

تحقیق
وسیلہ
یا
غیر اللہ سے مدد؟

خادم و محقق اہلسنت
عمران اکبر ملک
ایڈمن مکاشفہ، مرکز تحقیقات اہلسنت پاکستان

عام قارئین سے لیکر مناظر اہلسنت حضرات کے لیئے یکساں مفید

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

توسل یا غیر اللہ سے مدد؟

تحریر و تحقیق۔ عمران اکبر ملک

سب تعریفیں اللہ (جل و شانہ) کے لیے کہ جسکی حمد و ثناء کے لیے تمام جہانوں کے قلم ناکافی ہیں بعد از حمد تمام تعریفیں اس ساقی کوثر، رحمۃ اللعالمین رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اور کروڑوں درود و سلام ان پر جن کے لیے یہ عالم تخلیق کیا گیا۔ ان کی معطر مطہر مقدس ترین اہلیت و اصحاب کرام پر کہ جن کے مبارک نفوس اس دنیا کے لیے رحمت علم و زندگی کا باعث ہیں۔

توسل یعنی وسیلہ ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پر علمائے سلف و خلف نے بے شمار کتابیں تخلیق فرمائی ہیں کہ جن سے اس کے بارے میں مفصل معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن آج کے دور میں اس کے بارے میں دو مختلف بنیادی نظریات پائے جاتے ہیں بوجہ عدم علم۔ ایک طبقہ وہ ہے کہ جو توسل کو سرے سے (کفر، شرک، بدعت) سے تعبیر کرتا ہے اور اس سے انکار کی تعلیم لوگوں کو دیتا نہیں تھکتا جبکہ اہلسنت و جماعت جو کہ (الواد الاعظم) کہلاتی ہے یعنی سب سے بڑا گروہ کہ جسکے جنتی ہونے کی بشارت متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ اسکو عین قرآنی حکم اور خیر القرون کا عمل قرار دیتے ہیں۔ اس موضوع پر میری کاوش یہ ہے کہ میں مستند کتابوں کو ان کے حوالوں کے ساتھ جس قدر ممکن ہو سکے ایک جگہ پر اکٹھا کروں تاکہ عوام الناس میں سے وہ لوگ کہ جن کی استطاعت تمام کتب تک رسائی اور کوشش کا فقدان ہے وہ اس سے کما حقہ مستفید ہو سکیں۔ اس موضوع پر تین طرح سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ پہلے قرآنی آیات سے اور سلف الصالحین و خیر القرون کی تفسیرات سے اس پر مفصلاً ذکر کیا گیا ہے، اسکے بعد اسلام کے دوسرے بڑے مآخذ یعنی علم الحدیث سے مستند احادیث کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کی سعی کی گئی ہے وہ بھی تمام تر حوالوں کے ساتھ تاکہ قارئین کو مکمل آگاہی مل سکے اور تیسرے خود مخالفین کی کتب سے اس موضوع پر انکی رائے کاردار اصل تفصیل بتائی جاسکے۔ اللہ رب العزت و العظمت سے میری دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے صدقہ میں، انکے مقدس مطہر معطر آل نبی ﷺ کے اور اصحاب نبی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے صدقے میں میری اس کاوش کو اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں مقبول و منظور فرمائے اور جس کے نصیب میں ہدایت لکھی ہو، اللہ اسکے طفیل ہدایت عطا فرما کر اسکو بروز قیامت ہم سب کے لیے شفاعت کا ذریعہ بنائے، اور مجھے میرے مرحوم والدین، دوست احباب، رشتہ داروں اور عام پڑھنے والوں سے لیکر صاحبانِ علم و عمل تک کے لیے ایک ایسا ذریعہ بنائے کہ جس سے ہماری آخرت کا سدھار ہو سکے۔ بحاجہ النبی آمین یا رب العالمین۔

اس موضوع پر جیسے کہ پہلے بیان ہوا کہ سب سے پہلے لفظ (وسیلہ) کہ جس کو موجودہ دور میں چند ماقتبہ ناانديشوں نے (غیر اللہ سے مدد) کا نام دے رکھا ہے، لغات العرب سے اسکے قرآنی معنی اور قدیم تفسیرات قرآنی سے دلائل کے طور پر بیان کیا جائے گا، اور پھر آیات قرآنی ترجمہ و

تشریحات قرآنی، اس پر سلف کا بیان، احادیث کا ذخیرہ اور خاص کر صحابہ کرام علیہم الرضوان و خیر القرون کے عمل سے ایسا بیان کیا جائے کہ جو دلوں کے زنگ اتارنے کا سبب ہو۔ اس مختصر تفصیل کے بعد بنا وقت ضائع کیئے اس پر بسم اللہ کرتے ہیں اور اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنا دین، اپنا عقیدہ اور اپنا عمل قرآن، سنت و سلف کے مطابق سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

توسل وسیلہ کالغات العرب میں معنی مفہوم اور مطالب

حضرت علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں ماتحت سورہ الفاتحہ آیت ۴ وسیلہ کے لغوی معنی پر سلف الصالحین کے اقوال پیش کیئے ہیں جو کہ یہاں دیئے جا رہے ہیں۔ اس پر مزید تحقیق و تخریج خادم کی ہے۔

امام ابی القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانیؒ لکھتے ہیں؛۔

وسل: الوسيلة التوسل الى الشيء..... الى سرقة..

ترجمہ عبارت؛۔ الوسيلة: کے معنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنے کے ہیں۔ چنانچہ معنی رغبت کو متضمن ہونے کی وجہ سے وسیلہ سے اخض ہے۔ وابتغوا اليه الوسيلة (۵، ۳۵) اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرو۔ درحقیقت توسل الی اللہ، علم و عبارت اور مکارم شریعت کی بجا آوری سے طریق الہی کی محافظت کا نام ہے اور یہی معنی تقرب الی اللہ کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے کو واسل کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کے علاوہ توسل کے معنی چوری کرنا بھی آتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے۔ اغذ فلاں اهل فلاں توسلا۔ اس نے فلا کے اونٹ چوری کر لیئے۔

حوالہ؛۔ المفردات فی غریب القرآن۔ امام اللغت، راغب الاصفہانیؒ۔ کتاب الواو۔ صفحات ۵۲۳ و ۵۲۴ دار المعرفۃ بیروت لبنان

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں؛۔

هی فی الاصل ما یتوصل به الی الشئ یتقرب به

جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس شے کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(حوالہ: نہایہ جلد ۵ ص ۱۸۵ مطبوعہ موسسۃ مطبوعاتی ایران۔ علامہ محمد بن اثیر جزریؒ)۔

لغات کے ایک اور امام حضرت علامہ ابن منظور افریقیؒ لکھتے ہیں۔

الجوهري: الوسيلة ما يتقرب به الى الغير۔ یعنی امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ حوالہ: سید جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۱ ص ۷۲۵۔ ۷۲۴، مطبوعہ نشر ادب الجوزہ ایران

علامہ ابن منظور افریقیؒ اور علامہ زبیدی نے علامہ جوہریؒ کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے۔
جس چیز سے غیر کا تقرب کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (الصراح ج ۵ ص ۱۸۴۱ مطبوعہ دارالعلم بیروت)

لفظ وسیلہ کا اصل منبع (وسل) (وسل، ل) سے نکلا ہے اور ایک اور مشہور امام لغات ابن فارس لکھتے ہیں:۔

الاولی الرغبة والطب، يقال وَسَلَ، إِذَا رَغَبَ، وَالْوَسْلُ: الرغْبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُوَ فِي قَوْلِ لَبِيدٍ (بَلَى كُل ذِي دِينٍ إِلَى اللَّهِ وَاسِلٌ)۔

یعنی اول معنی رغبت و طلب کے ہیں فرمایا۔ واسل (یعنی وسیلہ کرنے والا) اللہ کی طرف ذریعہ ہوتا ہے۔
(بحوالہ: معجم المقائین اللغۃ ج ۶ ص ۱۱۰ الابن الحسین احمد بن فارس بن زکریا (متوفی ۳۹۵ھ) دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع۔

ایسے ہی حضرت الامام شیخ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی نے اپنی مختار الصحاح میں لکھا ہے:۔

وسل۔ (الوسيلة) ما يتقرب به الى الغير والجمع (الوسيل) والوسائل (والتوسيل) و (التوسل) واحد
يقال: (وسل) فلان الى ربه وسيلةً بالتشديد و (توسل) اليه بوسلية اذا تقرب اليه بعمل۔
یعنی فلاں کا وسیلہ رب کی طرف پیش کرنا اور کسی کے ذریعہ سے کسی اور کا قرب چاہنا تو سل کہلاتا ہے۔
(حوالہ مختار الصحاح، ص ۳۰۰، باب الواو۔ مکتبۃ لبنان دائرة المعارف)۔

دکتور عبد اللہ عباس الندوی جو کہ جامعۃ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے مدرس بھی ہیں انکی قاموس میں وسیلے کے متعلق کچھ یوں لکھا ہے:۔
الوسيلة:۔ (اسم) رسائی کے ذرائع، اور وسائل۔ پہنچ کا راستہ۔ رسائی۔ اس فعل کا مصدری مادہ نہیں ہے۔
حوالہ: قاموس الفاظ القرآن الکریم ص ۴۵۰ مکتبہ دارالاشاعت کراچی پاکستان

المختار من صحاح اللغة تالیف محمد محی الدین عبد الحمید اور محمد عبد اللطیف السبکی نے لکھا:۔

وسل۔ الوسيلة: ما يتقرب به الى الغير والجمع الوسيل، والوسائل۔ یعنی کسی کی طرف تقرب چاہنا، ذریعہ بنانا۔ باقی تمام

معانی وہی ہیں جو امام رازی نے اپنی مختار الصحاح میں لکھے ہیں یعنی توسل کا مطلب ہے اللہ کی طرف ذریعہ واسطہ تلاش کرنا۔ جیسا کہ اعمال سے قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ (حوالہ: المختار من صحاح اللغة ص ۵۷۲ (زیر تحت و س ل) مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ لمصر۔ و مطبعة الاستقامة بالقاهرة۔

مصباح المنیر میں لکھا ہے:-

وسل (وسلت) الى الله بالعمل اسئل من باب وعد رغبت وتقربت ومنه استتقاق الوسيلة وهي ما يتقرب به الى الشئ والمجمع الوسائل والسييل قيل جمع وسيلة وقيل لغة فيها وتوسل الى ربه بوسيلة تقرب الى بعمل۔ یعنی وسلت سے مراد کسی شے کی طرف قربت، واسطہ ذریعہ حاصل کرنا ہے۔ اسکی جمع الوسائل اور الوسل ہے، اور کہا کہ جمع وسیلہ ہے، اور کہا لغت میں اس سے مراد اللہ کی طرف ذریعہ (واسطہ) حاصل کرنا ہے (قربت کے لیے)۔

المصباح المنیر ص ۲۵۳، العالم العلامة احمد بن محمد بن علی الفیومی المقرئ متوفی ۷۷۰ھ طبعہ بلونین میسرہ مکتبہ لبنان۔

المعجم فی اللغة والادب والعلوم، میں بھی وسیلہ کا معنی (کوئی ایسا عمل اختیار کرنا کہ اللہ تک رسائی ہو سکے) اور (المنزلة عند الملوك) یعنی بادشاہوں (اختیار والوں) تک رسائی چاہنے کو وسیلہ کہتے ہیں۔

المعجم فی اللغة والادب والعلوم۔ لستہ تاسع عشر۔ ج ۱ ص ۹۰۰ المطبعة الكاثوليكية بيروت۔

الاتاذ الطاهر احمد الزاوی لکھتے ہیں:-

وسل۔ (الوسيلة)۔ والواسلة: المنزلة عند الملك، والدرجة والقربة ووسل الى الله تعالى توسيلاً۔ والواسل: الواجب۔ والراغب الى الله تعالى: والتوسل: السرقة۔ یعنی وہ راہ جو (بادشاہوں) تک رسائی کے لیے قربت کے لیے حاصل کی جائے اور (شرعی معنی) کہ اللہ کی طرف رسائی کا ذریعہ پیش کیا جائے یعنی توسل کیا جائے اللہ کی جانب۔ حوالہ:- ترتیب القاموس المحیط علی طريقة المصباح المنیر و اساس البلاغة، ج ۲ باب الواو۔ صفحہ ۶۱۲۔ دار الفکر بیروت

محیط المحیط میں بھی وسل یعنی وسیلہ کے بارے میں وہی کچھ مندرج ہے جو اوپر بیان ہو چکا۔

حوالہ:- محیط المحیط قاموس مطول للغة العربیة۔ تالیف۔ المعلم بطرس البستاني۔ ص ۹۶۹ مکتبہ لبنان، ساحۃ ریاض الصلح بیروت

معجم النفائس الکبیر، دار النفائس صفحہ ۲۲۰۹ زیر تحت لفظ (وسل) وہی سب لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ وسل الى الله بوسيلة وتوسل: (اللہ کی جانب رجوع بواسطہ وسیلہ)۔ وہ عمل جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کیا جائے یعنی وہ ذریعہ جو اللہ تک پہنچائے اسکے علاوہ وسیلہ نبی ﷺ کا وہ بلند و

ارفع درجہ ہے جو جنت میں ہوگا۔ (یعنی یہاں انکی مراد وہ وسیلہ بیان کرنا ہے جسکا حکم حدیث رسول میں بھی آیا ہے کہ نماز کے بعد دعا میں)۔

لغات کے ایک اور مشہور امام، حضرت الامام جرجانیؒ نے لکھا ہے:-

الوسيلة؛ هي ما يُتقرب به الى الغير۔ (۱۹۷۰) صفحہ ۲۱۱ معجم التعريفات۔ علامہ علی بن محمد السید الشریف الجرجانیؒ۔ دارالفضيلة۔ اسی طرح المعجم الوسيط عربی اردو ترجمہ میں لکھا ہے:-

وسل۔ فلان الى الله تعالى۔ کوئی ایسا کام کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ اور۔ فلان الى الله بالعمل۔ یعنی۔ عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنا۔ الى فلان بكذا۔ کسی سے بذریعہ قربت تعلق چاہنا۔ (الواصل) واجب، ضروری، لازمی (الواسلة) تانیث الواصل (۲) بادشاہ کے یہاں مقام و مرتبہ (۳) درجہ مقام و تقرب۔ (الوسيلة) الواسلة مقام و مرتبہ، ۲ قربت، تعلق، اور ۳ نبی کریم ﷺ کا جنت میں درجہ

حوالہ:- المعجم الوسيط۔ صفحہ ۱۲۵۵ باب الواو۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور پاکستان۔

امام اللغت ابو الحسن احمد بن الفارسؒ کی ایک اور تصنیف میں لکھا ہے:-

وسل: الواسل: الراغب الى الله۔ جل ثناؤه۔ باقی پہلے کی طرح جیسا پہلے بیان ہوا۔

حوالہ: مجمل اللغة۔ لابی الحسن احمد بن فارس بن زکریا اللغوی۔ متوفی ۳۹۵ھ۔ جز ۱ ص ۹۲۵ زیر تحت (وسل)۔ موسسة الرسالة بیروت۔

مشہور امام اللغات مجدد الدین فیروز آبادیؒ نے اپنی القاموس المحیط عربی میں وسیلہ کے وہی معنی دیئے ہیں جو متعدد بار اد پر بیان ہو چکے۔ حوالہ یہ رہا۔ القاموس المحیط۔ (عربی) حرف الواو۔ لفظ (وسل) ۱۰۱۰۷۔ صفحات ۷۵۳ و ۷۵۴ ادار الحدیث قاہرہ مصر۔

امام مجدد الدین ابی السعادات المبارک بن محمد الجزری ابن الاثیرؒ لکھتے ہیں:-

فی حدیث الاذان: اللهم آتِ محمدًا الوسيلة۔ ہی فی الاصل: ما یتوصل به الى الشئ یتقرب به۔ والبرادہ فی الحدیث القرب من الله۔ تعالیٰ۔ وقیل: ہی الشفاعة یوم القيامة۔ وقیل ہی منزلة من منازل الجنة کما جاء فی الحدیث۔

یعنی۔ اذان کی حدیث میں جو ذکر آیا ہے (یعنی اذان کے بعد کی دعا) وہ اس لفظ کی اصل ہے۔ اور اس کا مطلب ہے کسی شے تک قربت رسائی حاصل کرنا۔ اور توسل سے مراد جیسا کہ حدیث قرب میں بیان ہوا ہے وہ اللہ کی جانب راہ کرنا ہے۔ اور فرمایا۔ اس سے مراد روز محشر شفاعت ہے (یعنی شفاعت کبریٰ) پھر فرمایا: یہ ایک درجہ ہے جنت کے درجوں میں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

حوالہ:۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر۔ امام مبارک بن محمد الجزری ابن الاثیرؒ صفحہ ۹۷۲۔ دار ابن الجوزی۔

حافظ سید فضل الرحمنؒ اپنی تصنیف لطیف معجم القرآن میں لکھتے ہیں:۔

وسیلۃ: وسیلہ، قرب، نزدیکی، اسم ہے، جمع وسائل۔ رغبت کے ساتھ کسی شے کی طرف پہنچنا۔

محوالہ المفردات۔ ۵۲۳۔ ۵۵۳ و ۵۷۵۔ ۱۷۔ صفحہ ۴۹۱ باب الواو۔ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ کراچی پاکستان۔

دیوبندی حضرات کے ایک مشہور عالم مولانا زین العابدین سجاد میرؒ نے اپنی قاموس میں کچھ ایسے تحریر کیا ہے:۔

وسیلۃ: نزدیکی، قرب، وسیلہ۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں الوسیلۃ، التوصل الی اشی برغبت (رغبت کے ساتھ کسی شے کی طرف پہنچنا)۔ قرآن کریم

میں فرمایا گیا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاهدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ڈھونڈو اسکی طرف وسیلہ اور جہاد کرو اسکے راستہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اس آیت مبارکہ میں وسیلہ سے مراد علم،

عبادت اور شریعت کے اعلیٰ اخلاق کو اختیار کر کے سبیل اللہ کی محافظت ہے اور وہ قربۃ و نزدیکی ہی کے معنی میں ہے۔ (مفردات)۔ مشہور صوفی

مشرق مفسر شیخ اسماعیل حتی صاحب روح البیان لکھتے ہیں:۔ ای! طلبوا الانفسکم الی توابہ والزلفی منہ القربۃ بالاعمال

الصالحہ (یعنی طلب کرو اپنے لیے نیک اعمال کے ذریعہ نزدیکی اللہ تعالیٰ کے ثواب اور اسکے مقام قرب کی طرف) آگے لکھتے ہیں:۔ یہ فعلیۃ

کے وزن پر ہے و سل الی کذا اتقرب الیہ سے اور اسکے معنی ہیں وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاسکے۔ اسکی جمع وسائل ہے۔ (روح

البیان ج ۲ ص ۳۸۷)۔ پھر مولانا نے ایک لمبی تفصیل لکھی ہے جس میں انور شاہ کشمیری کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے اسکے متعلق (یعنی

توسل) کے متعلق یہ لکھا ہے کہ توسل جس انداز پر ہمارے زمانہ میں معروف ہے۔ سلف میں نہیں تھا۔ جب وہ کسی بزرگ کے ذریعہ سے توسل

کرتے تھے تو اسکی صورت یہ ہوتی تھی کہ وہ انہیں اپنے ساتھ دعائیں شامل کرتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے اور اسی سے مدد طلب

کرتے تھے اور ان بزرگ کی شمولیت کی برکت سے اپنی دعائی قبول کی امید کرتے تھے۔ اور حدیث میں جو ضعفا و صالحین سے استعانت

(مدد) ثابت ہوتی ہے وہ یہی ہے۔ چنانچہ حدیث استسقا میں صحابہ کرام کا حضرت عباسؓ سے توسل اسی نوعیت کا ہے۔ رہا بزرگوں کے ناموں

سے توسل جیسا کہ ہمارے زمانے میں مروج ہے کہ ان بزرگوں کو اسکا علم بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ زندہ بھی نہیں ہوتے۔ صرف انکے کاموں کے

ذریعہ توسل کیا جاتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو درجہ حاصل ہے انکو اسکی وجہ سے وہ ان کے ناموں کے ذکر کے سبب دعا مانگنے

والوں کو محروم نہ رکھے گا۔ تو میں اسکی تفصیلات میں جانانا پسند کرتا ہوں۔ پھر مولانا انور شاہ کے ہی حوالے سے لکھا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ نے تو اسے

حرام کہا ہے لیکن صاحب درمختار نے اسکی اجازت دی ہے۔ مگر سلف سے کوئی دلیل اس پر قائم نہیں کی۔

حوالہ:۔ قاموس القرآن۔ از مولانا زین العابدین میرؒ۔ صفحات ۶۳۸ و ۶۳۹۔ دارالاشاعت کراچی۔

تبصرہ:- جہاں تک مولانا نور شاہ کشمیری کی اس بات کا تعلق ہے کہ اس سلف سے کوئی ثبوت نہیں تو یہ فقط ان کی یاد گوئی ہے کیونکہ مستند تفاسیر اور احادیث سے ہم ثابت کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں کہ سلف کے مطابق بھی انبیاء و اولیاء کا باقاعدہ نام لے کر پکارنا بالکل جائز ہے۔ ورنہ عمرؓ نے عباسؓ کے متعلق یوں نہ ارشاد فرمایا ہوتا کہ (ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں) اور ایسے ہی حضرت معاویہؓ نے جو حضرت یزید بن الاسودؓ کا وسیلہ پیش کیا باقاعدہ ان سے التجا و دعا کی اسکے علاوہ نور شاہ کشمیری صاحب نے انتہائی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے یہ کہہ کر کہ ابن تیمیہ نے اس کا مکمل انکار کیا ہے۔ وہ غالباً یہ بتانا بھول گئے تھے کہ اسی ابن تیمیہ کا خود تمام تر علمائے اسلام نے رد فرمایا ہے اور خود ابن تیمیہ نے بھی انہیں احادیث کو صحیح الاسناد مانا ہے تو پھر اس کا انکار فقط اپنی مذہبی دکاندار یوں کو چکانا ہے۔ نیز صاحب درمختار ہمارے لیے ابن تیمیہ سے کروڑ ہا درجہ بلند ہیں کیونکہ حنفیت کو صاحب درمختار کے قول پر عمل واجب ہے نہ کہ ابن تیمیہ، دیوبند یا وہابیت کے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف قربت تلاش کرنا ہی وسیلہ کا مفہوم ہے۔ جبکہ انہوں نے قرآنی آیت میں بھی ڈنڈی ماری ہے کہ (ابتغوا الیہ الوسیلۃ بالاحسانہ) یعنی اللہ فرماتا ہے میری طرف وسیلہ ڈھونڈو بھلائی کے ساتھ۔ اور اللہ کی بارگاہ میں اسکے تمام محبوب بندے ہمارا وسیلہ واسطہ امد و گار ہیں۔ اور دعا ہی میں شامل ہوتے ہیں۔ کوئی بھی سنی حنفی صوفی مسلمان کسی ولی کو یا نبی کو اللہ سمجھ کر نہیں پکارتا نا ہی ان شخصیات کو الوہیت اور اسکی صفات میں شمار کر کے ان کو مددگار مطلق سمجھ کر پکارتا ہے۔ بلکہ پکارنے سے مراد یہی ہوتی ہے کہ اللہ کے دربار میں انکی سفارش پیش کی جائے ہماری طرف سے تاکہ دعاؤں کی قبولیت میں زیادتی کا امکان ہو۔ اللہ ہمیں ایسے ایمان کے راہزنوں سے بچائے۔

ان کے ہی ایک اور دیوبندی عالم نے اپنی قاموس الوحید میں وسیلہ کے معنوں میں تحریر کیا ہے کہ الوسیلۃ؛ ذریعہ، واسطہ، مقام و مرتبہ۔ قرب و تقرب۔ جنت میں رسول اللہ ﷺ کا درجہ و مقام۔۔ یعنی نور شاہ کشمیری و پارٹی کے اپنے الفاظ کی تردید انکے اپنے ہی علمائے کرام سے موجود ہے۔ (حوالہ:- القاموس الوحید۔ صفحہ ۱۸۵۰ تا لیف؛ مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی)۔ استاذ حدیث و ادب عربی و معاون مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ ادارہ اسلامیات لاہور کراچی پاکستان۔

امام جوہریؒ کی الصحاح تاج اللغة و صحاح العربیۃ کا ایک اور حوالہ و ایڈیشن یہ رہا۔ صفحہ ۱۲۴۵ حرف الواو۔ دارالحدیث قاہرہ مصر۔

ائمہ لغت کی ان تین بنیادی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے، اللہ تعالیٰ کا تقرب اعمالِ صالحہ اور عبادات سے ہوتا ہے، تاہم انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت دعا کے لیے اس عزت و وجاہت کو پیش کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے، زندگی میں اور بعد از وفات بھی۔

انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات :-

امام محمد بن جزری آداب دعا میں لکھتے ہیں :- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔
(بحوالہ :- حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۳۴ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البانی مصر)۔

حضرت الامام ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اسکی شرح میں لکھتے ہیں :-

مصنف نے کہا دعا میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا امور مستحبہ میں سے ہے کیونکہ (صحیح بخاری) کی کتاب الاستسقا میں ہے:

حضرت عمرؓ نے فرمایا: پہلے ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو (اے اللہ!) تو بارش نازل فرماتا تھا، اب ہم اپنے نبی ﷺ کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں، تو ہم پر بارش نازل فرما، پھر ان پر بارش ہو جاتی، اور جیسا کہ نابینا کی حدیث (حدیث ضریح) میں نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعا کا ذکر ہے جس کو امام حاکم نے اپنی (مستدرک) میں روایت کیا ہے اور یہ کہا کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح، غریب ہے اور ہم نے اسکو (حصن) میں ذکر کیا ہے اور حدیث ابو امامہ کی بنا پر جس کو ہم نے صحیح کی دعاؤں میں ذکر کیا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم الکبیر اور کتاب الدعاء میں ذکر کر رکھا ہے۔ (المحرز الثمین ۱۷۶ مطبوعہ امیرہ مکہ مکرمہ)

امام جزری نے حضرت ابو امامہؓ کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

اسئلك بنور وجهك الذي اشرقت له السموات والارض وبكل حق هو لك وبحق السائلين عليك۔
اے اللہ! میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے آسمان اور زمین روشن ہیں اور تیرے ہر حق کے وسیلہ سے اور جو سوال کرنے والوں کا تجھ پر حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ (حصن حصین ص ۶۸)۔

اسی کی تشریح میں ملا علی قاریؒ نے فرمایا :-

سوال کرنے والوں کا اللہ پر اسلیئے حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) ان کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، گویا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے بندوں پر اس حق کے وسیلہ سے، اور سائلین کا اللہ پر جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کیا، اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اسکی حمد و ثنا کریں، اس کے احکام پر عمل کریں، اور اسکی منع کی ہوئی چیزوں سے رکیں، اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے وعدے

کے مطابق ان کو ثواب عطا کرے، کیونکہ اسکے وعدہ کا پورا ہونا واجب ہے، کہ اسکا وعدہ حق ہے اور اسکی خبر صادق ہے۔ (الحرزالشمین ص ۱۷۶)۔

ابن تیمیہ نے لکھا ہے:-

ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیرہم کے حق سے سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند کرے، اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت کریں تو انکی شفاعت قبول کرے، حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون اس سے شفاعت کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ فہد بن عبد العزیز)۔

غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے لکھا ہے:-

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سائلین کے حق سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو مسترد نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے: مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔ مزید لکھا ہے:- میں کہتا ہوں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے وسیلہ کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کر کے کہا: یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے۔ امام نسائی، امام ابن ماجہ، اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اسکو روایت کر کے کہا: یہ حدیث امام بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی نبی ﷺ کے پاس آیا۔۔۔۔۔ (اور پھر مشہور حدیث ضریر بیان کی)۔۔۔۔۔ شوکانی نے لکھا ہے۔۔۔۔۔ حصین کے باب صلوة الحاجة میں اس حدیث کا ذکر آئے گا، اور صالحین کے توسل کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے عم محترم یعنی چچا حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی اور حضرت عمرؓ نے کہا: اے اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔ (حوالہ:- تحفة الذاکرین ص ۳، مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر)۔

باب ۲

وسیلہ (توسل) (استعانت) کا قرآن سے ثبوت

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات۔ ان کا نام۔ ان کے تبرکات مخلوق کا وسیلہ ہیں۔ اس کا ثبوت قرآنی آیات میں۔ احادیث نبویہ، اقوال بزرگان اجماع امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ثبوت موجود ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔ (سورة

ترجمہ:۔ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر قلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجا دیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یا رسول اللہ ان کی سفارش کریں تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

مخالفین کے علمائے کرام کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ وہابیہ کے مشہور مولانا جو نا گڑھی اپنے ترجمہ (مطبع شاہ فہد قرآن کمپلیکس سعودی عرب) میں لکھتے ہیں:

ترجمہ:۔ ہم نے ہر رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر قلم کیا تھا، تیرے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لئے استغفار کرتے (۱) تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔

غیر مقلدین۔ وہابیہ ہی کے فتح محمد کی ترجمہ ابن کثیر میں کچھ یوں لکھا ہے:۔
ترجمہ آیت:۔ اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھتے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور رسول (خدا) بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو خدا کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے

خوارج کے مولانا اسحاق مدنی کے ترجمہ میں لکھا ہے:۔
ترجمہ آیت:۔ اور ہم نے جو بھی کوئی رسول بھیجا اس لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت (فرمانبرداری) کی جائے اللہ کی اذن سے، اور اگر یہ لوگ (جنہوں نے یہ حماقت کی تھی) جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر تو سیدھے آجاتے آپ کے پاس، اور اللہ سے معافی مانگتے (اپنے جرم کی) اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کیلئے (اپنے رب کے حضور) معافی کی درخواست کرتا، تو یقیناً یہ لوگ اللہ کو پاتے بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا، انتہائی مہربان۔

خوارج کے مولانا عاشق الہی میرٹھی نے اپنے ترجمہ انوار البیان میں اسی آیت کے ماتحت لکھا:۔

ترجمہ آیت:۔ اور ہم نے پیغمبر نہیں بھیجے مگر اسی لیے کہ حکم خداوندی ان کی فرمانبرداری کی جائے اور جب انہوں نے اپنی جانوں پر قلم کیا آپ کے پاس آتے پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول ان کے لئے استغفار کرتا تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والے اور مہربانی فرمانے والے پاتے۔

ایک اور مفتی دیوبند تقی عثمانی نے اپنے ترجمہ آسان قرآن میں لکھا ہے۔

ترجمہ آیت :- اور ہم نے کوئی رسول اس کے سوا کسی اور مقصد کے لیے نہیں بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آ کر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے ترجمہ بیان القرآن میں یوں ترجمہ کیا ہے :-

ترجمہ آیت :- ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے اور اگر وہ جبکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو وہ یقیناً اللہ کو بڑا توبہ قبول فرمانے والا اور رحم کرنے والا پاتے

وہابیہ کے ترجمہ القرآن الکریم میں حافظ عبد السلام بھٹوی نے لکھا ہے :-

ترجمہ آیت ہذا :- اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے اور اگر واقعی یہ لوگ، جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا تو اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان پاتے۔

ترجمہ تیسیر القرآن میں وہابیہ کے مولانا عبد الرحمن کیلانی نے لکھا ہے :-

ترجمہ آیت :- اور (انہیں بتلائیے کہ) ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے، اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے اور جب انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کر لیا تھا، تو اگر وہ اس وقت آپ کے پاس آ جاتے اور اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتا تو یقیناً اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

وہابیہ کے ترجمہ عبد الکریم اثری میں مولوی عبد الکریم اثری نے بھی لکھا ہے :-

ترجمہ آیت :- اور ہم نے جس کسی کو بھی منصب رسالت دے کر دنیا میں کھڑا کیا اس لیے کیا کہ ہمارے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور جب ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر لیا تھا تو اگر اس وقت تمہارے پاس حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے پھر اللہ کا رسول بھی ان کیلئے بخشش طلب کرتا تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحمت رکھنے والا ہے

دیوبندیوں کے ترجمہ معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے:-

ترجمہ آیت:- اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔

ترجمہ حقانی ابو محمد عبد الحق حقانی نے تحریر کیا:-

ترجمہ آیت:- اور ہم نے ہر ایک رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کا حکم مانا جاوے اور کاش وہ لوگ جنہوں نے اپنا برا کیا ہے آپ کے پاس آتے (اور) پھر خدا سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کے لئے معافی مانگتا تو البتہ وہ اللہ کو (بھی) معاف کرنے والا مہربان پاتے

دیوبند و ہابیہ کے ایک اور بزرگ مولوی احمد علی نے اپنے ترجمہ قرآن میں کچھ یوں ترجمہ کیا:

ترجمہ آیت:- اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے اور جب انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کی معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً یہ اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پاتے

دیوبندی کے مولانا محمود الحسن نے ترجمہ عثمانی میں لکھا ہے:-

ترجمہ آیت:- اور ہم نے کوئی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان ف؛

دیوبند کے ہی مولوی اشرف علی تھانوی نے بیان القرآن میں لکھا ہے:-

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے معبود فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کیجاوے اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھتے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے۔ (ف ۲)

دیوبندیوں کے ہی ترجمہ شاہ عبد القادر میں عبد القادر نے لکھا ہے:-

ترجمہ آیت :- ۶۴۔ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اس کا حکم ماننے (اطاعت کریں اس کی) اللہ کے فرمان سے۔ اور اگر ان لوگوں نے جس وقت اپنا برا کیا تھا، آتے تیرے پاس، پھر اللہ سے بخشواتے اور رسول ان کو بخشواتے، (یقیناً) اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔

عالم ربانی مجدد دین و ملت اہلسنت و جماعت، اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان قادری ماتریدی الہندی البریلوی نے اپنی معرکہ الآراء ترجمہ قرآن کنزالایمان شریف میں یوں اس آیت کا ترجمہ تحریر فرمایا :-
ترجمہ آیت از کنزالایمان شریف :- اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے (ف ۱۷۵) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (ف ۱۷۶) تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (ف ۱۷۷)

اہلسنت و جماعت کے ایک اور مشہور عالم دین ترجمہ ضیاء القرآن میں جسٹس پیر کرم شاہ الازہری صاحب نے لکھا ہے؛
ترجمہ آیت :- اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن سے اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول (کریم) بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا۔

سرخیل سلف الصالحین حضرت علامہ حافظ جلال الدین ابوبکر السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور ترجمہ درمنثور میں یوں لکھا ہے :-
ترجمہ آیت :- اور ہم نے پیغمبر نہیں بھیجے مگر اسی لئے کہ حکم خداوندی ان کی فرمانبرداری کی جائے اور جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول ان کے لئے استغفار کرتا تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی فرمانے والا پالیتے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور کریم ﷺ ہر مجرم کے لئے ہر وقت تاقیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔ ظلمو! میں کوئی قید نہیں اور اذنِ عام ہے یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو۔

قرآن کی سورت المائدہ پارہ ۶ آیت ۳۵ میں اللہ رب العزت فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اسکی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آگئے اور اسکے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔

ذیل میں مختصر قرآن کریم کی آیات بطور سند پیش کی جا رہی ہیں۔ وسیلہ (جس کا لغوی معنی تقرب حاصل کرنا۔ یا کسی بڑے ذریعہ تک پہنچنے کا راستہ ہوتا ہے، بحوالہ لغات العرب، لسان العرب و تاج العروس) قرآن حکیم میں متعدد بار آیا ہے اور اس حکم کا ذکر ان مندرجہ ذیل آیات میں موجود ہے۔
سورۃ التوبہ۔ پارہ ۱۱۔ سورہ جمعہ پارہ ۲۸ آیت ۲۔ پارہ اول سورہ البقرہ۔ آیت نمبر ۸۹۔ و۔ ۳۷۔ پارہ دوم ۲۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۲۴۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم ان کے فعل پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ تائید کرتا ہے اور فرمایا گیا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ پھر دوسرے حوالے کے مطابق۔ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے انکی دعا قبول فرمائی۔ بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدمؑ نے جب نبی کریمؐ کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو مقبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔ پھر قرآن حکیم میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں۔ اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیرے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔ یعنی معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لیے ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کی یہ خواہش تھی۔ یعنی مکہ معظمہ حضور علیہ السلام کے وسیلے ہی سے تو قبلہ بنا۔ جب کعبہ نبی کریم ﷺ کے وسیلے کا محتاج ہے تو ماوشما کا کیا پوچھنا ہے۔

قرآن ہی میں فرمایا گیا:۔

وكان ابوهم صالحاً فاراد ربك ان يبلغا اشدهما ويستخرجا كنزهما۔

ترجمہ: حضرت خضر (علیہ السلام) نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لیے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔ (بحوالہ۔ پارہ ۱۶۵ سورہ الکہف۔ آیت نمبر ۸۲)۔

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لیے دو مقبول بندے بھیجے گئے اسکی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

اولئك الذين يدعون يبتغون الى ربهم الوسيلة ايهم اقرب ويرجون رحمته ويخافون عذابه۔

ترجمہ: وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہیں فرمایا۔ نا ہی کہیں پر یہ لکھا کہ وسیلہ کرنا (غیر اللہ سے مدد ہے یا کفر شرک یا بدعت کہلائے گا)۔ پھر فرمایا:۔

ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات لم تعلموهم ان تطاهم فتصيبكم منهم معرة بغير علم ليدخل الله في رحمته من يشاء لو تزيلو العذبنا الذين كفروا منهم عذابا أليما۔

ترجمہ: اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو پیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آپڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں (فتح تو ہو جاتی) لیکن اس میں دیرا سلیسے ہوئی تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے کچھ مسلمان رہ گئے تھے۔ یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا بے دینوں کے امن کا وسیلہ ہوتا ہے۔

وقال الذين غلبوا على امرهم لنتخذن عليهم مسجدا۔

ترجمہ: غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔ (پارہ ۱۵ سورہ الکہف آیت ۲۱)۔

قرآن مجید فرقان حمید کی اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تاکہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کی قبر کے پاس نماز کے لیے مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہیں کی جس سے پتہ لگا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

اذهبوا بقميصي هذا فالقوه على وجه ابى يات بصيرا۔ (پارہ ۱۲ سورہ یوسف)۔

ترجمہ: یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے چہرے پر ڈال دو۔ ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں گی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ درد دور ہو جاتے ہیں اور شفا ملتی ہے۔ یعنی تبرکات بزرگ (کفر شرک یا تبلیغیوں کی تعریف

کردہ بدعت نہیں)۔

لا اقسام بهذا البلد۔ وانت حل بهذا البلد۔ ترجمہ۔ میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ اے محبوب! اس میں تم تشریف فرما ہو۔
معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب نے اسکی قسم فرمائی (سورہ البلد۔ پارہ ۳۰۔ آیت نمبر ۲)۔

قرآن حمید میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والتين والزيتون وطور سينين وهذا البلد الامين۔

ترجمہ۔ یعنی قسم ہے انجیر زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی۔ (پارہ ۳۰ سورۃ التین آیت نمبر ۱ تا ۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور کے پہاڑ کو عزت ملی اور نبی ﷺ کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينه من ربكم وبقية مما ترك ال موسى وال هرون تحمله الملائكة۔
(پارہ ۲۵ سورۃ البقرۃ)۔

شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طاوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سیکنہ آئے گا جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین مبارک اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی مدد وسیلہ اور برکت سے دشمنوں پر فتح پاتے تھے۔ اس سے پتہ چلا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے بھی آفات دور ہوتی ہیں مشکلات حل ہوتی ہیں۔ اور کہیں بھی ایسے وسیلے کو کسی نے (غیر اللہ سے مدد) کا خود ساختہ نام نہیں دیا۔

انی اخلق لکمھ من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ۔ (پارہ ۳۵۔ سورۃ آل عمران)
ترجمہ؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ جس سے وہ باذن پروردگار پرندہ بن جاتا ہے۔

یعنی پتہ یہ چلا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے اور بیماروں کو شفا ملتی ہے۔

فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها و كذلك سولت لي نفسي۔

ترجمہ: سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے پتھرے کے منہ میں دی (اور پتھر اُڑا دینے لگا)۔ (سورہ طہ آیت نمبر ۹۶)۔

پتہ لگا کہ جبرائیل امین علیہ السلام کی گھوڑی تک کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بے جان پتھرے میں جان بڑھ گئی۔

قال يتوفاكم ملك الموت الذي وكل بكم۔ ترجمہ۔ فرما دو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔ (پارہ ۲۱ سورہ السجدہ)۔

قل انما انا رسول ربك لاهب لك غلاماً زكياً۔ (پارہ ۱۶ سورہ مريم آیت نمبر ۱۹)۔

ترجمہ: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں اسیلئے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں۔ یعنی پتہ چلا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے وسیلہ سے اللہ کی عطا سے لڑ کا ملا۔

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم۔ ترجمہ۔ اللہ انہیں عذاب نہ دیگا حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔ (پارہ ۹ سورہ الانفال)۔

یعنی اہل مکہ عذاب سے اسیلئے بچے ہوئے ہیں کہ ان پر آپ جلوہ گر ہیں معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات عذاب الہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

واذ قلتم يا موسى لن نصبر على طعام واحد فادع لنا ربك فخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها۔ (پارہ ۱۵ سورہ البقرہ)۔

ترجمہ: اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من و سلویٰ) پر ہرگز صبر نہ کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار نکالے۔

یعنی بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو پہلے موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے اور پھر ان کے ذریعے مدد استعانت وسیلہ کے بل پر دعا کرتے جو کہ مقبول ہو جاتی۔

هنالك دعا زكريا ربہ ترجمہ۔ یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لیے دعا مانگی۔ (پارہ ۳ سورہ آل عمران)۔

پتہ چلا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث قبولیت ہے اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ قرآن مجید کی سورہ النساء کی آیت ۶۴ ایک واضح دلیل ہے اور اس پر ابن کثیر کا یہ قول بھی دیا گیا کہ حافظہ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گنہگاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوں اور آپ علیہ السلام کے پاس آکر استغفار کریں اور رسول کریم ﷺ سے یہ گزارش کریں کہ آپ بھی ان کے لیے اللہ سے سفارش فرمائیں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔ مفسرین کی ایک جماعت نے بیان کیا ان میں شیخ ابو منصور الصباغ بھی شامل ہیں، انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت بھی تحریر فرمائی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور یعنی (قبر نبی) کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی نے آکر کہا (السلام علیک یا رسول اللہ، میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے: ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤت۔۔۔ الی الآخر) اور میں آپ کے پاس آگیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں، پھر اس نے دو شعر پڑھے:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ۔ فطاب من طیبہن القاع الا کم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ۔ فیہ العفاف و فیہ الجود والکرم

ترجمہ: اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں۔ جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں۔ اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

امام ابن کثیر آگے لکھتے ہیں۔

ثم انصرف الاعرابی، فغلبتني عيني، فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فقال: (يا عتبي الحق الاعرابی

یعنی پھر وہ اعرابی چلا گیا؛ عتبی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آگئی، میں نے خواب میں سرور کائنات ﷺ کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری کی نوید دو کہ اللہ نے اسکی مغفرت کر دی ہے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر جلد ۴ زیر تحت سورہ النسا آیت ۶۴ صفحہ ۱۴۰ مطبعہ الفاروق الحدیثہ للطباعة والنشر ہاتف۔ القاہرہ۔

ایماہی بیان الجامع الاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۵، تفسیر البحر المحیط ج ۲ ص ۲۹۲، تفسیر مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۱ ص ۳۹۹ پر بھی موجود ہے۔ اور احادیث کے باب میں مزید اسی حدیث پر تحقیق پیش کی جائے گی وہاں سے استفادہ کیجئے۔

مخالفین کے مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:-

یہ آیت اگرچہ خاص منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لینے دے سے مغفرت کر دیں اسکی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے، اس کے بعد مفتی صاحب نے بھی عتبی کی مذکورہ صدر حکایت بیان کی ہے۔ (بحوالہ تفسیر معارف القرآن ج ۲ صفحات ۴۵۹ اور ۴۶۰، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)۔

دیوبند کے ایک اور مشہور عالم محمد سرفراز گلکھروی نے لکھا ہے:-

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مورخین نے اسکا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیم و حدیثاً اس کو نقل کیا ہے اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ مواہب میں بہ مند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب بلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی یا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل، اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے ولوانہم اذ ظلموا انفسہم جاء ولت فاستغفروا واللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ تواباً رحیماً اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوں آیا ہوں پھر دوشعر پڑھے۔ اور اس محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں، پس حجت ہو گیا (بحوالہ۔ نشر

الطیب ص ۲۵۷) اور حضرت مولانا تھانویؒ یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں: (کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں) (بحوالہ آب حیات ص ۴۰) اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (بحوالہ اعلا السنن ج ۱۰ ص ۳۲۰)۔

یعنی منکرینِ توسل کے اپنے ان اکابرین کے بیان سے بھی معلوم ہو گیا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے، بلکہ امام مکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے۔ (بحوالہ شفا السقام ص ۱۲۸) اور خیر القرون میں یہ کاروائی ہوئی، مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ (نسکین الصدور ص ۳۵۶ و ۳۶۶ ملخصاً مطبوعہ ادارہ نصرت العلوم گوجرانوالہ)۔

تفسیر ضیاء القرآن جلد ۱ ص ۳۵۹ و ۳۶۰ زیر تحت اسی آیت حضرت پیر کرم شاہ الازہری تحریر فرماتے ہیں:۔

یعنی اے رحمت مجسم! اگر یہ دنیا بھر کے قصور کر کے اور اپنی جانوں پر طرح طرح کے قلم توڑنے کے بعد بھی نادم و تائب ہو کر تیرے حضور میں حاضر ہوتے ہوں تو ان پر اپنا درگم باز رکھ۔ جب ان کی شفاعت و بخشش و رستگاری کے لیے تیرا ہاتھ میری بارگاہِ جود و عطا میں اٹھے گا تو خواہ وہ کتنے گنہ گار و سیاہ اور بد کاریوں نہ ہوں تیرے رب کی رحمت ان کو مایوس نہیں کرے گی بلکہ ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور ان بیگانوں کو اپنا بنا لیا جائے گا۔ حضور اکرم شفیع المذنبین ﷺ کی یہ برکت حضور ﷺ کی ظاہری زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ تابد ہے۔ اہل دل اور اہل نظر ہر لمحہ اور ہر آن اسکا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور (فرطِ رنج و غم سے) مزار پر انوار پر گر پڑا اور خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا۔ اور عرض کرنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا، جو آپ نے اپنے رب سے سیکھا وہ ہم نے آپ سے سیکھا اور اسی میں یہ آیت بھی تھی ولو انہم اذ ظلموا انفسہم (الح) میں نے اپنی جان پر بڑے بڑے ستم کئے ہیں۔ اب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سرابا شفقت و رحمت! میری مغفرت کے لیے دعا فرمائیے۔ فودی من القبر انہ قد غفر لک۔ (القرطبی) تو مرقد منور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔

(بحوالہ تفسیر قرطبی جلد ۲ پارہ ۵ سورہ النساء آیت ۱۶۲ اردو ص ۲۶۹ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور و تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی عربی جلد ۶ ص ۳۲۹ مؤسسة الرسالة بیروت پبلشرز)۔

تفسیر مدارک اور غاژن میں بھی یہی مندرج ہے اور اسی کو تفسیر نعیمی میں بھی صفحہ ۱۹۴ پر درج کیا گیا ہے اور فرماتے ہیں:۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاجات عرض کرنے کے لیے اس کے مقبول بندوں کو وسیلہ بنانا کامیابی کا ذریعہ ہے قبر پر حاجت

کے لینے جانا بھی جاو ک میں داخل ہے اور زمانہ صحابہ میں مروج تھا۔ مقبولانِ خدا کو (یا) کہہ کر پکارنا جائز ہے، رب کے مقبول بندے بعد وفات بھی مدد کرتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجتیں پوری ہوتی ہے۔ (خزان العرفان)۔ چھٹا فائدہ: حضور کی بارگاہ میں حاضری کے لینے مدینہ پاک جانا ضروری نہیں۔ جہاں سے رہ کر بھی ان کا توسل کیا جائے تو بھی حاضری میسر ہو جاتی ہے دیکھو یہاں جاو ک تو فرمایا مگر فی المدینۃ کی قید نہ لگائی۔

(بحوالہ اشرف التفاسیر تفسیر نعیمی از حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتبہ اسلامیہ ۴۰ اردو بازار لاہور)۔

رسول کریم ﷺ کی سفارش مدد استعانت کا یہی عقیدہ صفحہ ۷۵ اور ۷۶ پر بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی سفارش کے بنا کسی کی توبہ بھی مقبول نہیں اور یہ کہ خالص صدق دل سے توبہ اسی وقت مقبول ہوتی ہے جب آپ ﷺ سفارش فرمادیں اور اللہ کے نزدیک آپ کی سفارش کا درجہ عظیم ہے (مکمل حوالہ۔ تفسیر حدائق الروح والریحان فی روای علوم القرآن۔ للشیخ علامہ محمد الامین بن عبد اللہ الارمی العلوی الہرری الشافعی، مکہ المکرمہ جلد ۶ دار طوق النجاة)۔

تفسیر الجیلانی میں بھی لکھا ہے کہ:-

جاؤک۔ تأئبین معتذرین مما صدر عنہم (فاستغفر اللہ) مخلصین نادمین (واستغفر لہم الرسول) ایضاً بالاستشفاع والاستدعاء من اللہ بالقبول بعد ما جاء ﷺ و امعتذرین (لوجدوا اللہ) و صادقوا مفضلاً کریماً (تواباً) یقبل توبتہم (رحیم)۔ لہم یففقہم علیہا۔

یعنی گنہ گاروں تا ئبین کے لینے ضروری ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں استغفار کریں اور رسول کریم ﷺ بھی ان کی سفارش فرمائیں تو بے شک اللہ انکی توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ شیخ نے (واستغفر لہم الرسول) کے بارے میں فرمایا کہ (من وجودہم مع الی الآخر) یعنی رسول کریم علیہ السلام کا سفارش فرمانا انکے انقلاب قلب کی دلالت ہے اور ان کی شہادت کے بنا توبہ کا حصول اصل کے بنا ہے۔

(حوالہ: تفسیر الجیلانی الغوث الربانی والامام الصمدانی۔ للشیخ سیدی محی الدین عبدالقادر الجیلانی المتوفی ۵۷۱۳۔ تحقیق شیخ احمد فرید المزیدی، جلد ۱ صفحات ۳۷۲ و ۳۷۳ المکتبۃ المعروفیہ کوئٹہ پاکستان عربی تفسیر)۔

اب ذیل میں چند دیگر مشہور قدیم تفسیرات قرآنی کے صرف حوالے درج کئے جا رہے ہیں کہ جس میں فرد افراد ایسی سب جو کچھ اوپر بیان ہو چکا موجود ہے

تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل، تالیف ابی القام امام جارا اللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی ویلیہ الکافی الثانی فی تخریج احادیث
 الکشاف از امام الحافظ احمد بن حجر العسقلانی، زیر تحت سورہ النسا صفحہ آیت ۶۴ صفحہ ۲۷۷ و ۲۷۸ جلد ۲ ادار المعرفہ بیروت لبنان
 تفسیر القاسمی، المسمی محاسن التاویل تالیف العلامة الشام محمد جمال الدین القاسمی۔ طبعہ محمد فواد عبد الباقی صفحات ۱۳۶۰ و
 ۱۳۶۰ (استغفار الرسول صارت مستحقة للقبول) باب تنبیہات۔ وجہ نمبر ۷۔

انوار التنزیل المعروف بتفسیر البیضاوی تالیف ناصر الدین ابی النجیر عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی الشافعی البیضاوی (ت
 ۶۹۱ھ)، ص ۸۱ ج ۲ ادار احیاء التراث العربی، و، موسستہ التاريخ العربی بیروت

تفسیر حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی تفسیر القاضی البیضاوی۔ محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ القوجوی الحنفی جز ۳
 ص ۳۵۳ و ۳۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

تفسیر تیسیر الکریم المنان، ص ۳۱۹ (زندگی اور موت دونوں میں آپ کی مدد کا حکم) از عبد الرحمن بن ناصر السعدی، دار ابن
 الجوزی

امام نفی لکھتے ہیں:-

بالتحاکم الى الطاغوت (جاء وک) تائبین من النفاق، معتردين عما ارتكبوا من الشقاق (فاستغفر الله)
 من النفاق والشقاق (واستغفر لهم الرسول) بالشفاعه لهم۔ والعامل في (از ظلموا) خبر ان وهو (جاء وک)
 والمعنى: ولو وقع مجيئهم في وقت ظلمهم مع استغفارهم واستغفار الرسول۔ (لوجدوا الله توباً) لعلبوه
 توباً، اي: لتاب عليهم۔ ولم يقل: استغفرت لهم، وعدل عنه الى طريقة الالتفات تفخيماً لشانه ﷺ وتعظيماً
 لاستغفاره، وتنبيهاً على ان شفاعته من اسمه الرسول من الله بمكان۔ (رحيماً) بهم۔ قيل: جاء اعرابي بعد
 دفنه ﷺ فرمى بنفسه على قبره، وحشا من ترابه على راسه، وقال: يا رسول الله! قلت فسمعنا، وكان فيما انزل
 عليك (ولو انهم از ظلموا انفسهم...) الآية وقد ظلمت نفسي، وجئتك استغفر الله من ذنبي، فاستغفر لي
 من ربي۔ فنودي من قبره: قد غفر لك!۔

ترجمہ:- وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله (نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول کبھی بھی مگر اسلئے تاکہ اسکی اطاعت کی جائے اللہ
 تعالیٰ کے اذن سے) باذن اللہ کا مطلب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق بخشی اور اس میں آسانی فرمائی
 عربی کا ترجمہ۔۔۔۔۔ اور جبکہ انہوں نے طاغوت کے پاس فیصلہ کرانے کے لیئے جانے کے سبب اپنے نفسوں پر ظلم کر لیا تھا (جاء وک)

(آپ کے پاس آجاتے) نفاق سے سچی توبہ کر کے اور رسول ﷺ کی مخالفت کرنے کی معذرت کر لیتے۔ فاستغفر اللہ (پھر نفاق شقاق سے سچی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتے) واستغفر لہم الرسول (اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے استغفار فرماتے) ان کی معافی کی سفارش کر کے (لوجدوا اللہ تواباً) وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا (رحیم) (مہربان پاتے)۔ جاؤ وک پھر مزید تفسیر میں فرمایا ہے۔ اگر ان کی آمد اس ظلم کے وقت میں استغفار ذاتی اور شفاعت رسول کے ساتھ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا۔ استغفرت لہم نہیں فرمایا بلکہ اسکی بجائے استغفر لہم الرسول فرمایا اس سے آپ کی عظمت شان اور آپ کے استغفار کا مقام و مرتبہ ظاہر فرمانا مقصود ہے۔ اور اس پر متنبہ فرمایا کہ جس ہستی کو رسول کہتے ہیں ان کی شفاعت کا بارگاہ الہی میں بڑا مرتبہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ ایک بدو آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے اور آپ ﷺ کے دفن ہونے کے بعد آپ ﷺ کی قبر مبارک پر آیا۔۔۔۔۔ (پھر وہی حدیث بیان کی اور آخر میں لکھا ہے) آپ ﷺ کی قبر انور سے صد آئی اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ (حوالہ: مدارک التنزیل وحقائق

التاویل جلد ۱ ص ۲۴۰ از ابی البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی۔ دار الکلم الطیب بیروت۔ جبکہ اسی کی اردو ترجمہ صفحہ ۶۲۸ جلد ۱ پر خوارج کے مترجم نے ایک بریکٹ میں یہ ٹوٹا چھوڑا ہے اور تفسیر میں اپنے الفاظ کو امام سے تنقیہ کرنے کی ایسے کوشش کی ہے کہ بریکٹ میں لکھا ہے۔۔۔۔۔ (احادیث کی معتبر کتابوں میں اس روایت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اسی لیے علامہ نسفی نے قیل کے کمزور الفاظ سے ذکر کیا ہے)۔ صحابہ کرامؓ نے اسکو قبر مبارک کے پاس اس طرح کیونکر چھوڑا ہوگا۔ (معاذ اللہ یہ تحریف جاہلانہ صفحہ ۶۲۸ پر مولانا شمس الدین کا کارنامہ ہے اور اس بیہودہ اور غلط چیز کو چھاپنے والا ان کا اپنا ادارہ مکتبۃ العلم لاہور پاکستان ہے)۔

یعنی آپ سوچیں کہ شروع اسلام سے جو چیز قرآن کا حکم، شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت، صحابہ کا عمل حجت اور سلف الصالحین کے مطابق مستند ترین روایت ہے جسکا آگے ذکر احادیث کے باب میں جرح و تعدیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور جس کو امام الشیخ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تفسیر میں دیگر سلف الصالحین کی تفسیرات کے مطابق ذکر کیا ہے اس سے اپنے دلی بغض اور انکار کا اظہار وہ دور جدید کا گمراہ مٹلا کر رہا ہے جس کو اتنا ذلت و التفسیر والحدیث کے لقب دے کر انہوں نے یہ تحریف شدہ کام سرانجام دیا ہے۔ اللہ ایسے ایمان کے راہزنوں سے ہم کو محفوظ فرمائے اور ان کو ہدایت کا راستہ عطا کرے۔ یہ تو ان کی کل بساط و اوقات ہے اور اسی کے بل پر ان لوگوں کی مذہبی دکانداری چمک رہی ہے اور عوام گمراہ ہوتی ہے۔ میرے پاس اسی تفسیر کا مخطوطہ اور اسکے عکس محفوظ ہیں اس میں ایسا کوئی انکار نہیں لکھا گیا۔ حوالہ مخطوطہ۔ مکتبۃ جامعۃ الملک سعود (کنگ سعود یونیورسٹی ریاض) قسم المخطوطات۔ الرقم ۸۲۳ ف ۱۱۰۴۳ موجود ہے۔ جو کہ آخر میں دیئے گئے ویب سائٹ لنکس میں بھی پڑھا اور ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔

عتبی والی حدیث کا یعنی اسی حدیث کا ذکر ایک اور سلف الصالح امام سخاوی نے بھی فرمایا ہے اور اشعار بھی لکھے ہیں ان کی تفسیر کے صفحہ ۸۷ او ۱۸۸ پر رسول اللہ علیہ السلام سے یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ انہوں نے زبیرؓ سے بھی دعا کروانے کی روایت لکھی ہے۔

محوالہ۔ تفسیر القرآن العظیم۔ علامہ ابی الحسن علی بن محمد السخاوی المصری الشافعی جلد ادا النشر للجامعات۔ دار ابن حزم قاہرہ۔

تفسیر السمرقندی المسمی بحر العلوم ص ۳۴۰ و ۳۴۱ جلد ادا فکر بیروت۔ تالیف الامام الفقیہ المحدث الصوفی نصر بن محمد بن احمد ابواللیث السمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی زبیر رضی اللہ عنہ والی حدیث کا ذکر ہے۔ اور توسل پر یہی کچھ تحریر ہے جو پہلے بیان ہو چکا۔

اسی طرح جیسے کہ پہلے ذکر ہوا کہ توسل کا ذکر مختلف معنوں میں اور واقعات میں قرآن مجید فرقان حمید میں بارہا آیا ہے جیسے کہ سورۃ آل عمران کی آیت ۵۲ ہے:-

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالشَّهَدَ بِآثَارِ مُسْلِمِينَ (آل عمران آیت ۵۲)۔

ترجمہ کنزالایمان شریف:- پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا (ف ۱۰۶) بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف، حواریوں نے کہا (ف ۱۰۷) ہم دین خدا کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے، اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں (ف ۱۰۸)

ترجمہ درمنثور از امام جلال الدین سیوطی:-

پھر جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے انکار دیکھا تو کہنے لگے کہ کون ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کی طرف، حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیے کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

ترجمہ ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ الازہری:-

پھر جب محسوس کیا عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کفر (وانکار) (تو) آپ نے کہا کون ہے میرے پروردگار کی راہ میں؟ (یہ سن کر) کہا حواریوں نے کہ ہم مدد کرنے والے ہیں اللہ (کے دین) کی ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ گواہ ہو جائیو کہ ہم (حکم الہی کے سامنے) سر جھکاتے ہوئے ہیں۔

ترجمہ عرفان القرآن از ڈاکٹر محمد طاہر القادری:-

پھر جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کا کفر محسوس کیا تو اس نے کہا: اللہ کی طرف کون لوگ میرے مددگار ہیں؟ تو اس کے مخلص ساتھیوں نے عرض کیا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں، اور آپ گواہ رہیں کہ ہم یقیناً مسلمان ہیں

ترجمہ وہابیہ: از عبد الکریم اثری:-

پھر عیسیٰ نے بنی اسرائیل میں کفر دیکھا تو وہ پکارا اٹھا کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہو؟ اس پر اس کے چند حواریوں نے اس کی دعوت قبول کرتے ہوئے جواب دیا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور تم گواہ رہو کہ ہم اس کی فرمانبرداری میں مکمل طور پر داخل ہو گئے

ترجمہ تیسیر القرآن مولانا عبد الرحمن کیلانی:-

پھر جب عیسیٰ کو ان کے کفر و انکار کا پتہ [۵۱] چل گیا تو کہنے لگے: کوئی ہے جو اللہ (کے دین) کے لیے میری مدد کرے؟ "حواری [۵۲] کہنے لگے: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور گواہ رہتے ہیں کہ ہم مسلمان (اللہ کے فرمانبردار) ہیں

ترجمہ سلفی: فہم القرآن از میا محمد جمیل:-

پھر جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کی طرف سے کفر محسوس کیا تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون ہوگا؟ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور گواہ رہے کہ ہم تابعدار ہیں

ترجمہ وہابیہ: از حافظ عبد السلام بھٹوی:-

پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو اس نے کہا کون ہیں جو اللہ کی طرف میرے مددگار ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور گواہ ہو جا کہ بیشک ہم فرماں بردار ہیں۔

ترجمہ وہابیہ سلفیہ: بیان القرآن از ڈاکٹر اسرار احمد:-

پس جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کی طرف سے کفر کو بھانپ لیا تو انہوں نے پکار لگائی کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں؟ کہا حواریوں نے کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار ہم ایمان لائے اللہ پر اور آپ (علیہ السلام) بھی گواہ رہیے گا کہ ہم اللہ کے فرماں بردار ہیں

ترجمہ آسان قرآن از مفتی تقی عثمانی دیوبندی:-

پھر جب عیسیٰ نے محسوس کیا کہ وہ کفر پر آمادہ ہیں، تو انہوں نے (اپنے پیروں سے) کہا: کون کون لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں میرے مددگار ہوں؟ حواریوں (۲۲) نے کہا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں، اور آپ گواہ رہیے کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

ترجمہ انوار البیان از مولانا عاشق الہی میرٹھی دیوبندی:-

پھر جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے انکار دیکھا تو کہنے لگے کہ کون ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کی طرف، حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیے کہ ہم فرمانبردار ہیں

ترجمہ مدنی (دہابیہ) مولانا اسحاق مدنی:-

پھر جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے کفر ہی محسوس کیا، تو کہا کون ہے جو میرا مددگار ہو اللہ کی راہ میں؟ تو آپ کے حواریوں نے (جوئی آپ کے خاص ساتھی تھے، انہوں نے) کہا کہ ہم ہیں مددگار اللہ (کے دین) کے، ہم (سچے دل سے) ایمان لائے اللہ پر، اور آپ گواہ رہیے کہ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں

ترجمہ ابن کثیر (فتح محمد) دہابیہ:-

جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کی طرف سے نافرمانی (اور نیت قتل) دیکھی تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو خدا کا طرفدار اور میرے مددگار ہو حواری بولے کہ ہم خدا کے (طرفدار آپ کے) مددگار ہیں ہم خدا پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں

ترجمہ مکہ از مولوی جونا گڑھی (دہابیہ سلفیہ، مطبع شاہ فہد کمپلیکس ریاض):-

مگر جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کا کفر محسوس کر لیا (۱) تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون کون ہے (۲) حواریوں (۳) نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم تابعدار ہیں۔

ترجمہ عثمانی از مترجم مولانا محمود الحسن دیوبندی:-

پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر ابولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں ف ۲ کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کے ف ۳ ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا ف؛

ترجمہ بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی:-

سو جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ (کے دین) کے ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ اس کے گواہ رہیے کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

ترجمہ قرآن از شاہ عبدالقادر (دیوبندی وہابی) :-

۵۲۔ پھر جب معلوم (محسوس) کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر، بولا، کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں؟ کہا حواریوں نے، ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کے، ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا۔

تفسیر روح القرآن ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں :-

(اور جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کی طرف سے کفر کو بھانپ لیا تو آپ نے دعوت دی کہ کون ہے جو میرا مددگار بنے اللہ کی راہ میں؟ حواریوں نے جواب دیا ہم ہیں اللہ کے مددگار اور ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور آپ گواہ رہئے کہ ہم مسلم ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے اس چیز پر جو تو نے اتاری اور ہم نے رسول کی پیروی کی، سو تو ہم کو گواہی دینے والوں میں لکھ) (۵۲ تا ۵۳)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قوم کے قابل ذکر اور بااثر لوگوں سے مایوس ہو کر عام لوگوں کی طرف رخ فرمایا۔ اس سے ہمیں پیغمبروں کی سنت سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے اور حکمت تبلیغ کو جاننے کی بھی۔ پیغمبروں کی سنت ہمیشہ یہ رہی ہے کہ وہ دعوت تو سب کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن اپنا خصوصی ہدف ان لوگوں کو بناتے ہیں، جن کے بارے میں یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر یہ لوگ راہ راست پر آجائیں تو ان کے زیر اثر لوگ ان کی اس نئی تبدیلی کی پیروی کریں گے کیونکہ لوگوں میں ہمیشہ یہ کمزوری رہی ہے کہ النَّاسُ عَلَىٰ دِينٍ مَّلُوكٍ (لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں) کسی بھی قوم کا فیڈ کرنے والا طبقہ بالعموم وہی لیڈ بھی کرتا ہے۔ جن باتوں کو وہ قبول کر لیتے ہیں وہی باتیں عام لوگوں کا معمول بن جاتی ہیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جو پیغمبروں کی دعوت میں ہمیشہ پیش نظر رہی ہے۔ مدینہ طیبہ میں حضرت اسعد بن زرارہ نے، حضرت مصعب بن عمیر کو اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ ان کی کوششوں نے عام لوگوں سے پہلے اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ کو اپنا ہدف بنایا اور ان کے واسطے سے چند ہی دنوں میں ان کے قبیلوں کے بیشتر لوگوں کو مسلمان کر دیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اسی حکمت کے پیش نظر اشراف قریش کو اپنی توجہات کا مرکز بنانا چاہتے تھے۔ لیکن سورۃ صہب و تولی اور بعض دوسری آیات میں آپ کو توجہ دلائی گئی کہ ان تلوں میں تیل نظر نہیں آتا، آپ عام لوگوں کو اپنی توجہات کا مرکز بنائیے۔

وہابیہ کی تفسیر مدنی میں مولانا سلحقی مدنی نے کچھ یوں تحریر کیا :-

یعنی جب حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل میں کفر و انکار، اور بغض و عناد، ہی محسوس کیا، اور آپ نے دیکھا کہ یہ بد بخت لوگ ایمان و اطاعت کے بجائے الٹا آپ کے قتل اور ایذا رسانی کے درپے ہو گئے ہیں، تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا معاون و مددگار ہو، انصار جمع ہے نصیر کی، جیسے اشراف جمع ہے شریف کی اور اس سے مراد ہے انتہائی ہمدرد مددگار، اور حواریوں جمع ہے حواری کی جس کے معنی ہوتے ہیں انتہائی مخلص اور خیر خواہ ساتھی۔ یہ حضرت عیسیٰ کے خاص ساتھیوں کا لقب اور وصف تھا۔ سوانہوں نے اپنے صدق و

اخلاص کی بناء پر حضرت عیسیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار، ہم سچے دل سے ایمان لے آئے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں

دہائیہ کی ہی تفسیر کبیر مولانا سحیح مدنی میں لکھا ہے:-

حضرت عیسیٰ کی پکار حق کی نصرت و امداد کے لیے: سو حضرت عیسیٰ نے فرمایا ”کون ہے جو میرا مددگار ہو اللہ کی راہ میں؟ سو اس طرح حضرت عیسیٰ نے اللہ کی راہ میں نکلنے والے مددگاروں کیلئے اعلان فرمایا تا کہ وہ راہ حق میں ان کا ساتھ دیں۔ یعنی ایسا مددگار جو اللہ کی راہ میں میرے ساتھ نکلے اور ان ناہنجاروں اور ظالموں کے مقابلے میں راہ حق میں میرا ساتھ دے، جو کہ مجھ پر ایمان لانے کی بجائے میرے قتل کے درپے ہو گئے ہیں۔ یہاں پر ”الی اللہ“ کے کلمہ سے یہ مضمون نکلتا ہے کہ میں تو اللہ کی راہ میں بہر حال چل رہا ہوں اب تم میں سے کون ایسا ہے جو اس راہ میں میرا ساتھ دے۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا جبکہ آپ نے اپنی قوم کے بارے میں یہ محسوس کر لیا کہ اب یہ حق کو قبول کرنے والے نہیں بلکہ اب یہ لوگ الٹا میری جان ہی کے دشمن ہو گئے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو حضرت عیسیٰ نے جب بنی اسرائیل کے علماء اور سرداروں کے رویے سے یہ محسوس کر لیا تو آپ نے ان سے منہ پھیر کر ساری توجہ اپنے ان غریب ساتھیوں کی طرف کر دی جو اگرچہ دنیاوی جاہ و منصب نہیں رکھتے تھے لیکن صدق و اخلاص اور دولت ایمان سے سرشار و مالا مال تھے

دہائیوں کی تفسیر دعویٰ القرآن از ابوالنعمان سیف اللہ خالد میں لکھا ہے:-

سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کو پوری طرح معلوم ہو چکا تھا کہ یہود اور ان کے علماء دلائل کے میدان میں مات کھا کر اب ان کی زندگی کے درپے ہو چکے ہیں اور اس کام کے لیے سازشیں تیار کر رہے ہیں تو اب انھیں فکر تھی تو یہ کہ دین کی اشاعت و تبلیغ کا کام نہیں رکنا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے پیروکاروں سے پوچھا کہ کون ہے جو اس سلسلہ میں میری مدد کرے۔ قوم کے اکثر لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا، البتہ چند لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کی توفیق دی، وہ ایمان لائے اور پوری بندہ بنی اور جانفشانی سے عیسیٰ (علیہ السلام) کی مدد کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو بعد میں عیسیٰ (علیہ السلام) کے خاص الخاص جاں نثار اور مددگار یعنی حواری کہلائے۔

دیوبندی مولانا عاشق الہی کی تفسیر انوار البیان میں لکھا ہے:-

علمۃ بنی اسرائیل کا کفر اختیار کرنا اور حواریوں کا حضرت عیسیٰ کی مدد کے لیے کھڑا ہونا

سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) نے بنی اسرائیل کو اپنے اتباع اور اطاعت کی دعوت دی اور انجیل پر ایمان لانے کا حکم فرمایا اور ان کو بتایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تم میری اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ لیکن بنی اسرائیل نے عناد اور ہٹ دھرمی پر کمر باندھ لی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) یہود سے خطاب فرماتے اور حق کی دعوت دیتے تھے اور وہ لوگ ان کا مذاق بناتے تھے ان کے انکار اور ہٹ دھرمی میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ حضرت

عیسیٰ (علیہ السلام) نے محسوس فرمایا کہ بنی اسرائیل ایمان لانے والے نہیں ہیں لہذا انہوں نے پکارا کہ کون ہے جو میرا مددگار بنے؟ اس پر بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے ایمان قبول کیا اور ایک جماعت نے کفر اختیار کیا جیسا کہ سورہ صف کی آخری آیت میں مذکور ہے وہیں پر حواری بھی موجود تھے انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے:-

یہاں پھر درمیانی عرصے کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کو دعوت دیتے ہوئے حضرت مسیح (علیہ السلام) کو کئی سال بیت چکے تھے۔ اس دعوت سے جب علماء یہودی مندوبوں کو خطرہ لاحق ہو گیا اور ان کی چودھراہٹیں خطرے میں پڑ گئیں تو انہوں نے حضرت مسیح (علیہ السلام) کی شدید مخالفت کی۔ اس وقت تک یہودیوں پر ان کے علماء کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا۔ جب آپ (علیہ السلام) نے ان کی طرف سے کفر کی شدت کو محسوس کیا کہ اب یہ خدا اور مخالفت پر تل گئے ہیں۔ تو آپ (علیہ السلام) نے ایک پکار لگائی 'ایک ندادی' ایک دعوت عام دی کہ کون ہیں جو اللہ کی راہ میں میرے مددگار ہیں؟ یعنی اب جو کشاکش ہونے والی ہے جو تصادم ہونے والا ہے اس میں ایک حزب اللہ بنے گی اور ایک حزب الشیطان ہوگی۔ اب کون ہے جو میرا مددگار ہو اللہ کی راہ میں اس جدوجہد اور کشاکش میں؟ دین کا کام کرنے کے لیے یہی اصل اساس ہے۔ اسی بنیاد پر کوئی شخص اٹھے کہ میں دین کا کام کرنا چاہتا ہوں کون ہے کہ جو میرا ساتھ دے؟ یہ جماعت سازی کا ایک بالکل طبعی طریقہ ہوتا ہے۔ ایک داعی اٹھتا ہے اور اس داعی پر اعتماد کرنے والے اس سے اتفاق کرنے والے لوگ اس کے ساتھی بن جاتے ہیں۔

سلفیوں و ہابیوں کے ہی میاں محمد جمیل نے اپنی تفسیر فہم القرآن میں لکھا:-

حالات اس قدر نازک صورت حال اختیار کر گئے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے لیے باہر نکلنا بھی مشکل ہو گیا۔ اس صورت حال میں انہوں نے ہر جگہ لوگوں کو بتلایا اور سمجھایا کہ میری دعوت قبول کرو اسی میں تمہاری دنیا و آخرت کی کامیابی ہے لیکن حکومت کے خوف، یہودیوں کے الزامات اور سازشوں کے ڈر سے لوگ ان سے ددر بھاگ گئے۔ بالآخر انہوں نے اپنے شاگردوں کو اللہ کے نام پر دہائی دی کہ کون ہے جو اللہ کے لیے میرا ساتھ دے؟ ہزاروں شاگردوں میں سے صرف بارہ آدمیوں نے موت کی پروا کیے بغیر کہا کہ ہم ہیں اللہ کی خاطر آپ کی نصرت و حمایت کرنے والے اور اللہ پر ایمان لانے والے ہیں۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو یقین دلایا اور کہا کہ گواہ رہنا کہ ہم اسلام پر مرتے دم تک قائم رہیں گے۔

سلفیوں کے ہی محمد لقمان سلفی نے تیسیر الرحمن لبیان القرآن میں لکھا ہے:-

پس عیسیٰ نے ان کی جانب سے کفر کو بھانپ لیا، تو کہا کہ اللہ کی خاطر میری کون مدد کرے گا؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لے آتے ہیں، اور (اے عیسیٰ) آپ گواہ رہئے کہ ہم لوگ مسلمان ہیں

تفسیر تبیان القرآن (سنی حنفی) میں مولانا غلام رسول سعیدی صاحبؒ لکھتے ہیں:-

آپ نے اپنے حواریوں سے فرمایا اللہ کے دین میں تم میں سے کون میری مدد کرے گا؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کی مدد کریں گے ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

وہابیوں کی تفسیر عروۃ الوثقیٰ میں لکھا ہے:-

دوسری طرف اس بات کی بھی وضاحت ہوگئی کہ اہل دین کی نصرت کے لیے معاونت طلب کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ ہاں! معاونت کرنے والا کوئی نہ ہو تو دین سے منحرف ہونا توکل کے بھی خلاف ہے اور ایمان کے بھی۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ کسی حال میں بھی اس سے انحراف نہ ہو کیونکہ وہ جان سے زیادہ عزیز چیز ہے۔

یہاں یہ بتانا از حد ضروری ہے کہ جیسا آپ نے تراجم میں اور تفسیرات قرآنی میں پڑھا کہ منکرین و خوارج کے اپنا مولوی حضرات بھی وہی تحریر کر رہے ہیں جو سنی علمائے کرام نے بیان فرمایا لیکن بعض معدودے چند ایسے لوگ بھی ان منکرین میں پائے جاتے ہیں جو کہ اپنی خود ساختہ تفسیرات میں اپنے الفاظ گھسیڑ کر اس کے معنی کو کچھ سے کچھ بیان کرتے ہیں اور پھر اسی کے تاثر میں اپنی فطری خباثت کا مظاہرہ کر کے وہ تفسیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو سلف میں سے کسی نے نہیں کی۔ یعنی تحریف تفسیر جیسا کہ تفسیر مکہ میں وہابیوں کے مولوی صلاح الدین یوسف نے اپنی فطرت کے مطابق تفسیر کرتے ہوئے کچھ یوں لکھا ہے:-

بہت سے نبیوں نے اپنی قوم کے ہاتھوں تنگ آ کر ظاہری اسباب کے مطابق اپنی قوم کے باشعور لوگوں سے مدد طلب کی ہے۔ جس طرح خود نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی ابتداء میں جب قریش آپ کی دعوت کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے تو آپ موسم حج میں لوگوں کو اپنا ساتھی اور مددگار بننے پر آمادہ کرتے تھے تاکہ آپ رب کا کلام لوگوں تک پہنچا سکیں جس پر انصار نے لبیک کہا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی انہوں نے قبل ہجرت مدد کی۔ اس طرح یہاں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے مدد طلب فرمائی یہ وہ مدد نہیں ہے جو مافوق الاسباب طریقے سے طلب کی جاتی ہے کیونکہ وہ تو شرک ہے اور ہر نبی شرک کے سد باب ہی کے لئے آتا رہا ہے پھر وہ خود شرک کا ارتکاب کس طرح کر سکتے تھے۔ لیکن قبر پرستوں کی غلط روش قابل ماتم ہے کہ وہ فوت شدہ اشخاص سے مدد مانگنے کے جواز کے لیے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے قول من انصاری الی اللہ سے استدلال کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے

آپ نے ملاحظہ کیا کہ ان کی تفسیر میں قبر پرستوں کی طرف اشارہ کیا گیا جو کہ وہابی دھرم میں عامۃ المسلمین کو کہا جاتا ہے جو کہ سب سے بڑی اکثریت ہیں یعنی اہلسنت و جماعت کی دلیل قرآنی کو رد کرنے کی خاطر مولوی صاحب نے ڈینگ ماردی اور تفسیر میں اپنی خود ساختہ تشریح دے ڈالی اور

اس طرح تین جرائم کے مرتکب ہوئے۔ اول۔ قرآن کی تفسیر جو سلف الصالحین کرتے آئے ہیں اور کسی نے کسی قبر پرست کا نام تک نہیں لیا ناہی اسکو تھگی کرنے کی کوشش کی۔ افسوس مولوی صاحب نے اپنا مذہبی کاروبار چمکانے کی خاطر یہ تحریف کی۔ دوم یہ کہ قرآن کی تفسیر اگر ہر ایرا غیرا تھو خیرا خوارج کا پروردہ کرے گا تو یہی انجام ہوتا ہے اور سوئم۔ ان کے دلی بغض کا اظہار بھی یہاں پر ہو جاتا ہے کہ پوری اسلامی دنیا اور اسلامی لٹریچر میں کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا لیکن اس کو کوئی اور رخ دینے کی خاطر مولوی صاحب نے یہ کارنامہ سرا انجام دیا۔ اور سوئم۔ واقعی اللہ ان کو ہدایت دے (اگر ان کے نصیب میں ہو تو)۔ میرا بہت کچھ لکھنے کو دل کرتا ہے یہاں لیکن میرا خیال ہے کہ ان کی تفسیر ہی کافی ہے انکی دلی حالت کا اور خوارج کی بے دینی کا پتہ بتانے کے لیے۔ نیز آپ دیکھیں کہ خود شروع میں لکھتے ہیں کہ بہت سے نبیوں نے اپنی قوم کے ہاتھوں تنگ آ کر ظاہری اسباب کے مطابق اپنی قوم کے باشعور لوگوں سے مدد طلب کی۔۔۔۔۔ یہ الفاظ انہیں مولوی صاحب کے ہیں۔ اب سوال تو یہ بنتا ہے کہ کوئی ان کو پوچھے کہ حضرت یہ تو بتائیے کہ انبیائے کرام کی سنت پر عمل کرنا ہی دین کہلاتا ہے یا نہیں؟۔ کوئی ان سے یہ بھی پوچھتا کہ حضرت قوم کے باشعور لوگوں سے مدد طلب کرنا (کفر شرک بدعت قبر پرستی یا بریلویت) کیوں نہیں لکھی انہوں نے؟۔ قوم کے باشعور لوگوں سے مدد طلب کرنا کیا غیر اللہ سے مدد طلب کرنا نہیں کہلاتے گا؟۔ ظاہر ہے یہ تو سل ہی ہے اور قرآن نے جس کو قبر پرستی نہیں کہا مولوی صاحب کی فطری بے دینی نے تفسیر میں تحریف و رد و بدل کر کے خود ساختہ معنی پہنا دیئے۔ واقعی اللہ ہی ہدایت دے (اگر خوارج کے نصیب میں ہو تو)۔

دیوبند کی تفسیر احسن البیان میں اسی آیت کے ماتحت لکھا ہے:

احسن (اس نے محسوس کیا۔ اس نے دیکھا۔ احساس سے ماضی)۔ انصاری (میرے مددگار۔ مجھے مدد دینے والے۔ یہ جمع ہے۔ نصیر و ناصر واحد)۔ الحواریون (حواری۔ اصحاب۔ واحد حواری)۔

تشریح:۔ جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے بنی اسرائیل کی طرف سے اپنی تکذیب اور کفریہ کلمات سنے اور ان لوگوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کا احساس ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں میرا ہاتھ بٹائے اور میری مدد کرے؟۔

اب ذرا سلف الصالحین اور قدیم تفسیرات سے بھی ذکر کر دیا جائے تاکہ کسی کے ذہن میں ابہام نہ رہے:

الجامع الاحکام القرآن یعنی تفسیر قرطبیؒ میں اسی آیت کے ماتحت درج ہے:۔

قال من انصاری الی اللہ۔۔۔۔۔ استنصر علیہم۔ قال السدی والثوری وغیرہما۔ المعنی: مع اللہ، و (الی) بمعنی مع، کقولہ تعالیٰ (ولا تاكلوا اموالهم الی اموالکم۔ النساء آیت ۲)۔ ای: مع واللہ اعلم۔

ترجمہ:۔ فرمایا: کون ہے وہ جس سے میں ان کے خلاف مدد طلب کروں؟۔ سدی اور ثوری وغیرہما نے کہا: یہاں الی اللہ بمعنی مع اللہ ہے۔ یعنی الی بمعنی مع ہے۔ جیسا کہ ارشاد میں ہے (النساء آیت ۲) یعنی تم اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال نہ کھاؤ۔ واللہ اعلم

حوالہ: الجامع لاحکام القرآن۔ از ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی۔ جلد ۵ صفحہ ۱۳۸ موسسة الرسالة بیروت ایڈیشن

یعنی ثابت ہوا کہ سلف کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا کہ کون ہے وہ جس سے میں ان کے خلاف مدد طلب کروں۔ ممکن ہے اگر ان کے دور میں (وہابی دیوبندی طائفہ) ہوتا تو وہ فوراً عیسیٰ علیہ السلام پر (کفر شرک بدعت یا بدعتیت) کا الزام دھر دیتے کہ انہوں نے تو ایسا کہا اور اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے مدد مانگی۔ اللہ ہی ان جہلا کو ہدایت دے جنہوں نے دین کا تماشا بنا کر رکھ دیا فقط اپنی مذہبی دکانداری کی خاطر۔ یہ وہ تاجر ہیں جنہوں نے دنیا بھی گنوا دی اور ایمان بھی۔

امام ابن کثیر شافعیؒ جن پر وہابیوں کو بڑا اعتماد ہے وہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔
ترجمہ تفسیر عربی از پیر کرم شاہ الازہریؒ:۔ پھر جب عیسیٰ نے یہ محسوس کیا کہ وہ کفر اور گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار ہے؟ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے لیے میری کون اتباع کرتا ہے۔ حضرت سفیان الثوریؒ وغیرہ فرماتے ہیں اللہ کی معیت میں میرا کون مددگار ہے۔ مجاہد کا قول ہی زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہی ارادہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں میرا مددگار کون ہے۔ جیسا کہ مدینہ طیبہ ہجرت کرنے سے پہلے نبی کریم ﷺ حج کے موقع پر فرمایا کرتے تھے۔ کون ہے؟ جو مجھے پناہ دے تاکہ میں اپنے رب کے پیغام کو پہنچاؤں کیونکہ قریش نے مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے روک دیا ہے۔ حتیٰ کہ انصار مدینہ اس کام کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو پناہ و نصرت دینے کا وعدہ کیا۔ تو آپ ہجرت کر کے مدینہ کے لیے تشریف لے گئے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر۔ از حافظ عماد الدین ابی الفدا اسماعیل بن کثیر الدمشقی الشافعی۔ جز ۲ صفحہ ۶۷۔ ط۔
موسسة قرطبة نشر و توزیع۔ جیزہ۔ و مکتبه اولاد الشيخ للتراث۔ عمرانیه غربيه جیزہ۔

یعنی ان مشہور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ (غیر اللہ سے مدد) اللہ کے اسباب سمجھ کر اس تک رسائی کا ذریعہ سمجھ کر مانگنا اور توکل کرنا کوئی (کفر شرک بدعت) نہیں بلکہ اس کو ایسا کہنا فقط خوارج کا طریقہ ہے اور دین میں اپنی من مانی کرنے کے مترادف ہے۔

ایسے ہی قرآن مجید فرقان حمید کی سورۃ محمد آیت ۷ کہتی ہے:۔

ان تنصر و اللہ ینقر کھ۔۔۔ ترجمہ۔۔۔ اگر تم مدد کرو گے اللہ (کے دین کی) مدد کرے گا وہ تمہاری۔

یہاں رب کریم نے جو خود غنی ہے اپنے بندوں سے مدد طلب کی ہے۔ یعنی ان کو ارشاد فرمایا ہے کہ میرے دین کی راہ میں مدد کرنے پر میں تمہاری مدد کروں گا۔

ایسے ہی سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۳ ہے کہ استعینوا بالصبر والصلوۃ۔ یعنی مدد طلب کرو صبر اور ساتھ نماز کے۔

یہاں پر عید کا توسل کی اقسام میں ذکر آئے گا۔ اس توسل کا ذکر ہے جو کہ اعمال کے ذریعے اللہ سے طلب کیا جاتا ہے۔ نماز اور صبر دونوں اعمال میں سے ہیں اور اعمال مخلوق الہی ہے یعنی (مخلوق) اور (غیر اللہ) ہیں جبکہ ان مخلوقات (یعنی اعمال) کے ذریعے یعنی توسل سے اللہ خود مومنوں کو ارشاد فرما رہا ہے اس تعلیم کا کہ نماز اور صبر کے ساتھ مدد طلب کرو۔

سورہ الکہف کی آیت ۹۵ (فاعینونی بقوۃ) یعنی میری مدد کرو انفرادی قوت کے ساتھ:-

یہاں حضرت ذوالقرنین نے آہنی دیوار بنانے کے لیے (غیر اللہ) یعنی (مخلوق) یعنی لوگوں سے مدد طلب کی۔ اور قرآن کریم خود اس کو بیان فرما رہا ہے۔ الغرض آپ قرآن کریم کو اگر پرانی تفاسیر اور صحابہ و سلف الصالحین کے بیان کے مطابق پڑھیں گے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے تو جو کچھ ہم نے یہاں لکھا اور جو کچھ اگلے ابواب میں بیان ہو گا وہ سب کا سب دین اسلام اور اسلامی تعلیمات ہیں جنکے منکر ہی توسل کے منکر ہیں اور جنکا خود کا وجود نامساعد ایک بدعت ہے کیونکہ ۳۰۰ سال کی اسلامی تاریخ میں ان چیزوں پر سوائے ابن تیمیہ اور بعد میں اسکے پیروکاروں یعنی (وہابیہ دیوبندیہ) کے علاوہ کسی پرانے خوارجی نے بھی انکار نہ کیا تھا۔ اس عمل یعنی (مدد) مانگنے کو (غیر اللہ کی مدد یا کفر شرک بدعت) کہنا فقط انکی دین سے لاعلمی، مکمل طور پر بے راہ روی اور تشدد کی علامت ہے۔

باب ۳۔ احادیث نبوی

احادیث نبویہ، عقیدہ صحابہ و خیر القرون و سلف الصالحین بابت توسل (مدد)۔

(۱)۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا: یسقی بہم الغیث و ینصر بہم علی الاعداء و یصرف بہم عن اهل الشام العذاب۔ ترجمہ حدیث:۔۔۔ ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہوگی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جائے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہوگا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۸۹۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)۔ یعنی پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح و نصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:-

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء ابو البغیرۃ ثنا صفوان حدثنی شریح یعنی عبید قال ذکر اهل الشام ثم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و هو بالعراق فقالوا العنہم یا امیر المومنین قال لا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ثم الابدال یكونون بالشام و ہم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بہم الغیث

الامة ثلاثون مثل ابراهيم الخليل، كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلاً۔

یعنی اس امت کے ابدال تیس ہیں مثل ابراہیم خلیل اللہ کے، جب ان میں سے ایک وفات پاتا ہے تو اللہ اسکی جگہ دوسرے کو نافذ فرمادیتا ہے۔
حوالہ:۔۔ التذکرۃ فی الاحادیث المشتملۃ۔ امام بدر الدین ابن عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الزکشیؒ صفحہ ۱۴۲ ادار الکتب العلمیۃ بیروت۔

اسی حدیث کی تحقیق وحاشیہ میں درج ہے کہ۔ امام ایشیؒ نے مجمع الزوائد میں فرمایا۔۔۔ رجالہ رجال الصحیح۔ غیر عبد الواحد بن قیس وقد وحقه العجلی و ابو زرعة وضعفه غیر ہما۔

یعنی اس کے تمام رجال ثقات ہیں اور رجال الصحیح میں شمار ہوتے ہیں ماسوائے عبد الواحد بن قیس کے، لیکن وہ بھی العجلی کے نزدیک ثقہ ہیں اور ابو زرعة وغیرہما نے ضعیف کہا۔ مزید۔ انہیں الفاظ کے ساتھ امام سیوطیؒ نے اپنی جامع الصغیر، اور عزراً الامام احمد بن حنبل نے جیسا کہ مسند میں بیان فرمایا ہے عبادۃ بن الصامتؓ سے۔ صحیح ہے۔ سیوطیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معمولی رد و بدل ہے الفاظ میں باقی حدیث ایک سی ہے اور طبرانی کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے۔ اور عوف بن مالکؓ سے جو مروی ہوئی اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ (الابدال فی اهل الشام وبهم ينصرون وبهم يبرزقون) یعنی ابدال اہل شام میں سے ہیں جنگی وجہ سے مدد کی جاتی ہے اور رزق ملتا ہے۔ اس روایت کو طبرانیؒ نے حسن کا درجہ دیا ہے۔ اور جو ذکر ہوا (چالیس ابدال) کے الفاظ کے ساتھ اس میں بھی تقریباً یہی سب بیان ہوا ہے جو کہ مسند احمد میں درج ہے جبکہ امام مناویؒ نے اپنی فیض القدر میں حسن قرار دیا ہے۔ اور مصنف (یعنی امام سیوطیؒ) نے احمد، حاکم اور طبرانی سے ایسی طرق کی بہت احادیث بیان فرمائیں ہیں۔

(۲)۔ دارمی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہوگئی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:۔

انظروا قبر النبي ﷺ فاجعلوا منه كوى الى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا فمطروا مطراً حتى يكون نبت العشب وسمت الابل حتى تفتتق من الشحم فسهي عام الفتق۔

ترجمہ:۔ یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول ﷺ کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے، لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا۔ اونٹ موٹے ہو گئے گویا جڑی سے بھر گئے۔۔۔۔۔ یعنی اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ (ذریعہ، واسطہ مدد، استعانت، سبب) سے بارشیں آتی ہیں۔

تخریج:۔

سنن الدارمی شریف ج ۱ ص ۵۶ رقم الحدیث ۹۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت۔

امتناع الاسماع ج ۱ ص ۶۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

المواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۶۷۲ المکتب الاسلامی بیروت۔

زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۵۰ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

الوفاء بحوال المصطفیٰ لابن جوزی ص ۸۱۷-۸۱۸ رقم الحدیث ۵۳۴ دارالکتب العلمیہ

وفاء والوفاء باخبار دارالمصطفیٰ ص ۲ ص ۵۶۰ مطبعة السعادة، مصر۔

فتح المنان شرح الدارمی المسمی بہ المسند الجامع۔ دار البشائر السلامیہ مکہ۔ باب ۱۵ ج ۹ ص ۵۵۹-۵۶۰۔

مسند الدارمی۔ دار المعنی للنشر وتوزیع مکہ شریف۔ باب ۱۵ ج ۹ ص ۹۳ رجال الثقات۔

الجامع المسانید والسنن الحادویہ لاقوم سنن۔ للامام حافظ ابن کثیر جلد ۱۹ قسم الاول۔ ط دار الفکر بیروت رقم الحدیث ۲۹۲۵ باب علی بن ابی طالب، شرح

وشرح بن عبید عنہ صفحات ۲۳۰ و ۲۳۱

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:-

واخرج الطبرانی وابن عساکر عن عوف بن مالک قال لا تسبوا اهل الشام فاني سمعت رسول الله ﷺ يقول
فبهم الابدال بهم تنصرون وبهم تمطرون۔۔۔۔۔ یعنی۔۔۔۔۔ امام سیوطی نے لکھا کہ طبرانی میں درج ہے اور ابن عساکر نے عوف
بن مالک سے روایت فرمایا کہ انہوں نے کہا اہل شام کو برا مت کہو کیونکہ میں نے سنا جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ابدال انہیں میں
سے ہیں جنکی وجہ سے مدد ہوتی ہے اور بارشیں برستی ہیں۔

حوالہ:- الدر المنثور فی التفسیر المأثور سورة البقرة تحت آیت نمبر ۲۵۱ جلد ۱ ص ۵۶۸ دارالکتب العلمیہ
بیروت/الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر جلد ۱ صفحہ ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۰۳۳ دارالکتب العلمیہ
بیروت لبنان۔

امام الحنفیت ملا علی قاری الہروی المکی لکھتے ہیں:-

ای ببرکتہم او بسبب وجودہم فیما بہم یدفع البلاء عن هذه الامة۔۔۔۔۔ ترجمہ۔۔۔۔۔ ابدالوں کی برکت اور ان میں ان کے
وجود مسعود کے سبب بارشیں ہوتی ہیں، دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے امت محمدیہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔ (بحوالہ:- مرقاۃ
المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱ ص ۴۶۰ مطبوعہ ملتان پاکستان)۔

بحر الفوائد ص ۳۰ و ۴۱ دار الکتب العلمیہ (خلاصہ)۔ اس امت کے ابدال نہیں داخل ہوں گے جنت میں بسبب اعمال مگر وہ جائیں گے اللہ کی رحمت کے طفیل، سخاوتِ نفس، دلوں کے سکینہ اور مسلمانوں پر شفقت کے باعث۔ اسکی تفسیر میں شیخ فرماتے ہیں۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ خدا نخواستہ ان کے اعمال کم ہیں بلکہ مقصود اللہ کی رحمت کو بتانا ہے جیسے کہ صدیقین، شہداء، مہاجرین اولین، انصار جن کی وجہ سے اللہ دنیا والوں پر رحم فرماتا ہے، ایسے ہی دیگر تفصیل کہ چونکہ ان کے دلوں پر اللہ کی عطا سے سکونِ صمیم نازل ہوا اور چونکہ وہ مسلمانوں پر شفقت سے پیش آتے ہیں۔

(۳)۔ شرح الزہد میں ابن سکندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے غلام حضرت سفینہ عہد فاروقی میں گرفتار ہو گئے، آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آگیا۔ آپ نے شیر سے فرمایا:۔

یا ابا الحارث انامولی رسول اللہ ﷺ کان من امری کیت و کیت فاقبل الاسد له بصبسته حتی اقام الی جنبہ کلما سمع صوتا هو ی الیہ ثم اقبل یمشی الی جنبہ حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد۔
ترجمہ: یعنی اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ہوا ہے یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہؓ کے پاس آجاتا۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے پھر وہ لوٹ گیا۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ (یعنی غیر خدا کی مدد، اللہ کی عطا سے) سے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں اور شیر نبی کریم ﷺ کے غلاموں کو پہچانتے ہیں۔

حوالہ جات:۔

مستدرک الحاکم ج ۲ ص ۶۷۵ رقم الحدیث ۴۲۳۵۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
التاریخ الکبیر، امام بخاری۔ جلد ۳ ص ۱۹۵، رقم الحدیث ۶۶۳ دار الفکر بیروت لبنان
امام طبرانی، المعجم الکبیر۔ جلد ۷ ص ۸۰، رقم الحدیث ۶۴۳۲ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل، عراق۔
مشکاۃ المصابیح کتاب احوال القیامۃ باب الکرامات الفصل الثانی ۲، ج ۲ ص ۴۰۰ رقم الحدیث ۵۹۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں:۔

فرجعت فمررت علی موسی فقال بما امرت قلت امرت خمسين صلوة کل یوم قال ان امتک لا تستطيع خمسين صلوة کل یوم وانی والله جربت الناس قبلك وعالجت بنی اسرائیل اشد البغالة فارجع الی ربک فسئلہ الخفیف لا متک۔

ترجمہ:۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم داپسی میں موسیٰ پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا۔ فرمایا،

حضور آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں، میں بنی اسرائیل کو آزمایا چکا ہوں اپنی امت کے لیے رب سے رعایت مانگیں۔ غرض کہ کبھی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔

(نحوالہ بخاری شریف۔ کتاب الصلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ جلد ۱ ص ۵۰، ۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعجزات ص ۵۲۸ نور محمد کتب خانہ کراچی)۔

ظاہر ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ناصر انبیائے کرام بلکہ امت محمدی ﷺ کے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اولیائے کرام اور صلحاء امت بھی اللہ کی عطا سے مددگار ہیں انسانوں کے۔ چونکہ عمومی طور پر عوام کو گمراہ کرنے کے لیے اور اپنی مذہبی دکانداری چکانے کے لیے عصر حاضر میں اکثر بے دین قسم کے لوگوں نے اس موضوع کو (غیر اللہ سے مدد، یا کفر بدعت و شرک) کا نام دے رکھا ہے لہذا اس فساد سے نکلنے اور دین کو محقق سمجھنے کی خاطر یہ ضروری ہے کہ مختلف النوع احادیث کو یہاں پر ذکر کر دیا جائے۔ جس جس کے تراجم وغیرہ ممکن ہیں وہ ایک جگہ جمع کر دیئے جائیں خاص طور پر وہ چند احادیث کہ جو اکثر کتب احادیث میں باب الاستسقا میں درج کی گئی ہیں یعنی بارش کے لیے۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جو پہلے بیان ہو چکی یعنی قبر انور سے کھڑکی کھول کر بارش کی دعا مانگنی اور وسیلہ و مدد چاہنی نبی کریم ﷺ سے۔ اور اسکے علاوہ چند احادیث ہیں جن میں سے چند احادیث درج کی جا رہی ہیں اور اسکے بعد آخر میں مشترکہ طور پر ان کے حوالہ جات دیئے جائیں گے۔ ایک اور مشہور حدیث ہے جو کہ ابوطالب کے اشعار کہلاتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف کے بعد ان کے وسیلے اور مدد کو اللہ کی بارگاہ میں معزز و محترم اور دافع بلا کہا گیا ہے۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وہ مشہور حدیث کہ جو کچھ یوں ہے کہ ایک بار دربار فاروقیؓ میں مدینہ النبی ﷺ میں شدید قحط پڑا، اور لوگ بارش کو ترس گئے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو کر کچھ یوں عرض کیا کہ (اے پروردگار! ہم تیرے محبوب نبی ﷺ کی حیات میں انکے وسیلے سے بارش کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور تو بارش برسا دیا کرتا تھا، اب ہم تیرے حبیب ﷺ کے پیارے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے ہیں۔ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ بارش شروع ہو گئی۔ یہ مشہور حدیث متعدد کتب میں درج ہے۔ کہیں تفصیل کے ساتھ تو کہیں اشارتاً اسکی مندرج ہے۔ لہذا پہلے ان کی بابت بیان اور پھر آخر میں مختلف کتب سے انہیں جیسی تمام حدیثوں کا حقد ممکن ہو سکے تفصیلات و حوالے درج کئے جا رہے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں؛۔

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو قتیبہ قال حدثنا عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار عن ابیہ قال سمعت ابن عمر یتمثل بشعر ابی طالب:

وابیض یستسقی الغمام بوجهہ..... شمال الیثمی عصمة للارامل

وقال عمر بن حمزة حدثنا سالم عن ابيه ورماد كرت قول الشاعر وانا انظر الى وجه النبي ﷺ يستسقى فما
ينزل حتى يجيش كل ميزاب

ترجمہ: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش
طلب کی جاتی ہے جو پتھروں کے ملجا اور بیواؤں کے فریاد رس ہیں۔

سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا کہ اس کے ذریعے بارش
مانگی جاتی ہے تو آپ اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پرنا لے پہنے لگتے۔ (بحوالہ بخاری شریف۔ ابواب الاستسقا۔ جلد ۱ ص ۳۴۲ رقم
الحديث ۹۶۳ دار ابن کثیر بیروت۔ والبحر الزخار من البحار ص ۱۲۸، ۱۲۹ رقم الحديث ۵۸ مکتبۃ العلوم والحکم سعودی عرب)۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ:

عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان اذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب رضي الله
عنه فقال اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا ﷺ فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال
فيسقون۔

ترجمہ:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطابؓ بارش کی دعا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے وسیلے (مدد
استعانت) سے کرتے اور کہتے اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری
بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ پس انہیں بارش عطا کی جاتی۔ (تخریج وحوالے آخر میں) (بخاری
شریف۔ ج ۱ ص ۳۴۲ ح ۹۶۳)۔

حوالہ جات دیگر:

سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۵۲ مکتبۃ دار الباز مکتۃ المکرمتہ۔

بخاری شریف ج ۲ ص ۴۹۷ دار المعرفہ بیروت۔

زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۵۲ ادار الکتب العلمیۃ بیروت۔

الامام باحادیث الاحکام۔ شیخ القاضی تقی الدین محمد بن علی القشیریؒ۔ بابن دقیق العید۔ ص ۷۲ جلد ۱ ح۔ ۵۱۹ دار المعراج الدولیۃ للنشر ودرشت۔

توسل از الانوار المحمدیۃ من المواہب اللدنیۃ۔ قاضی نبھانیؒ ص ۳۹۹ ادار الکتب العلمیۃ

یا محمد کہہ کر مدد مانگنے پر متعدد احادیث۔ قاضی یوسف بن اسماعیل النبھانیؒ کی الانوار صفحہ ۳۹۶، ۳۹۷ پر موجود ہیں۔

المحرر فی الحدیث۔ للمحدث الحافظ شمس الدین ابی عبد اللہ المقدسی الحنبلی۔ ص ۳۰۰ کتاب الصلاة رقم الحدیث ۴۹۸ دار المعرفۃ جلد اول بیروت۔
 الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان جلد الرابع ۴۔ صفحہ ۲۲۸ رقم الحدیث ۲۸۵۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت
 خلاصۃ البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعه فی الشرح البکیر للإمام ابی القاسم الرافعی۔ تالیف الحافظ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن
 (متوفی ۸۰۴ھ) رقم الحدیث ۸۷۲۔ حدیث عباسؓ وعمرؓ اور حدیث ۸۷۳ توسل معاویہ از یزید بن الاسود دی گئی ہیں۔ اور امام نوویؒ کے حوالہ
 سے لکھا ہے (مشہور قالہ النووی) یعنی (یہ مشہور روایات ہیں امام نوویؒ سے)۔ جزا ول مکتبۃ الرشد ریاض۔ تحقیق حمدی عبد المجید بن اسماعیل
 السلفی۔

اسکے علاوہ ایک اور مشہور حدیث جسکو حدیث توسل یا (حدیث ضریر۔ نابینا والی حدیث) سیدنا عثمان بن حنیفؓ کہا جاتا ہے جسکا مفہوم کچھ
 اسطرح ہے کہ یہ ایک نابینا صحابی تھے اور رادویوں کے مطابق یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تب آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔
 انہوں نے اپنی آنکھ کی روشنی کی بابت اپنی تکلیف بیان فرمائی جس پر رسول کریم ﷺ نے ان کو کامل وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرنے کو فرمایا
 اور پھر کہا کہ بعد از نماز تم اسطرح دعا مانگو کہ اے اللہ! میں تیرے دربار میں تیرے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میری اس حاجت
 (فلاں حاجت جیسے بینائی میں کمی یا دیگر جو بھی) میری حاجت روائی فرما۔ اور پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد اپنا مسئلہ بیان کر کے
 ایسے ان الفاظ میں کہنا (یا محمد! اللہ کے لئے میری مدد فرمائیے) اور اے اللہ! اپنی بارگاہ میں اپنے محبوب کا وسیلہ میری جانب سے قبول و منظور
 فرما۔ روایان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور روایت کرنے والوں کی گواہی ہے کہ ابھی ہم مسجد سے اٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ اللہ نے
 ان کی آنکھوں کی بینائی ان کو عطا کر دی۔

حوالہ جات:۔ (حدیث ضریر۔ از حضرت عثمان بن حنیفؓ)

کتاب الاطلام بفضل الصلاة علی النبی والسلام، امام نمیریؒ۔ رقم الحدیث ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸۔ ص ۹۹ و ۱۰۰۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

یعنی اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ خود نبی پاک ﷺ نے (یا محمد) کہہ کر خود اپنی مدد کا بھی ارشاد فرمایا ہے تاکہ اللہ کے حضور اسکے نبی کے وسیلے
 توسل مدد استعانت سے دعا کی قبولیت ہو سکے۔ اسی لئے اگر دیکھا جائے تو ذخائر اسلامی یعنی مذہبی لاتعداد کتب میں ارشاد موجود ہے کہ جب تک
 دعا کے ساتھ درود شریف نہ پڑھا جائے تب تک دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔ تو یہ درود پڑھنا بھی تو (غیر خدا) سے مدد مانگنا
 ہی ہے کہ نبی پر درود پڑھ کر اپنی حاجت روائی کی دعا کی جائے۔ محقق عرب و کتور عامر الکردی نے توسل پر اپنی کتاب العقدۃ السلفیۃ من
 المقدسات الاسلامیۃ میں باب التوسل باولیا اللہ والانبیاء والصالحین میں لکھا ہے کہ یہ یعنی (توسل) مسلمانوں کا اجماعی
 عقیدہ ہے اور اسکے جواز قرآن و حدیث سے موجود ہیں اسکا انکار یا اسکی وجہ سے کسی مسلمان کی تکفیر کرنا صرف اور صرف پہلی بار ابن تیمیہ اور پھر

اسکے پیروکار عبدالوہاب نجدی نے شروع کیا۔ یعنی بدعتی انکار کا عقیدہ ایجاد کیا۔ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ والی حدیث واضح دلیل ہے کہ توسل انبیاء صالحین جائز اور بالکل حق اور حکم حق ہے۔

حدیث استمقا۔ یا حدیث عمر و عباسؓ۔ الجمع بین الصحیحین۔ امام حافظ ابن محمد عبدالحق بن عبد الرحمن الشیبلیؒ (متوفی ۵۸۲ھ) جلد ۱ صفحات ۶۰۴۔ رقم الحدیث ۱۳۳۱ (۱۱)۔ اور ۱۳۳۲ (۱۲) (۱۳) (۱۴) ۱۳۳۳، ۱۳۳۴ پر بھی موجود ہیں۔ دار الغرب الاسلامی بیروت، لبنان۔

حضرت سیدنا معاویہؓ اور اہل دمشق نے بھی قحط میں منبر پر کھڑے ہو کر حضرت یزید بن الاسودؓ (صحابی رسول اللہ ﷺ) کے واسطے سے بارش کی التجائیں کی اور اللہ نے ان کو قبول فرمایا۔ اسی کتاب میں سیدنا اویس قرنیؓ کی مشہور حدیث بھی بیان ہوئی ہے کہ جس میں رسول اللہ علیہ السلام نے اپنے دو امیروں یعنی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو اویس قرنیؓ کی خدمت میں امت کے واسطے شفاعت کی دعا کرنے کی خاطر بھیجا تھا۔ (اویس قرنی والی حدیث کا حوالہ:۔ الفصل السادس۔ اخبار طائفة من التابعین رحمہم اللہ۔ صفحہ ۲۶۱ و ۲۶۲)۔ (محوالہ۔ الرقة والبكاء۔ موفی الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامۃ المقدسی۔ صفحہ ۲۸۴ دار القلم دمشق)۔

عقد الجواهر البہیۃ فی الصلاة علی خیر البریۃ ﷺ۔ امام ابی الحسن البکری المصریؒ (متوفی ۹۵۲ھ) صفحہ ۱۸ پر وسیلہ کو اللہ تک رسائی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:۔

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنِي سَعِيدُ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَفَدُوا إِلَى عُمَرَ وَفِيهِمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ كَانَ يَسْخَرُ بِأَوْيسٍ فَقَالَ عُمَرُ هَلْ هَاهُنَا أَحَدٌ مِنَ الْقَرْنِيِّينَ فَجَاءَ ذَلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أَوْيسٌ لَا يَدْعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أُمِّهِ لَهُ قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللَّهَ فَأَذْهَبَهُ عَنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ الدِّينَارِ أَوْ الدِّرْهِمِ فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ

ترجمہ:۔ زہیر بن حرب، ہاشم بن قاسم سلیمان بن مغیرہ سعید جریر، ابی نصرہ، حضرت اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ کوفہ کے لوگ ایک وفد لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اس وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا کہ جو حضرت اویس قرنیؓ کے ساتھ تسخر کیا کرتا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہاں کوئی قرنی ہے تو وہی آدمی آئے تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا جسے اویس کہا جاتا ہے۔ وہ یمن کو اپنی والدہ کے سوا نہیں چھوڑے گا اسے برص کی بیماری ہوگی۔ وہ اللہ سے دعا کرے گا تو اللہ اس سے اس بیماری کو

دور فرما دے گا سوائے ایک دینار یا ایک درہم کے (یعنی دینار یا درہم کے بقدر برص کی بیماری کے نشان باقی رہ جائے گا) تو تم میں سے جو کوئی بھی اس سے ملاقات کرے تو وہ اپنے لئے ان سے مغفرت کی دعا کرائے۔

حوالہ جات :-

صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل اویس قرنیؓ ج ۲ ص ۹۶۸ رقم الحدیث ۵۲۲۲ دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان۔

خصائص الکبریٰ جلد ۲ ص ۲۲۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت

مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۵۶۲ رقم الحدیث ۵۷۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت

مسند البراء ج ۱ ص ۷۹ رقم الحدیث ۳۴۲ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ النبی ﷺ۔

بل الہدیٰ والرشاد ج ۱۰ صفحہ ۱۰۱، ۱۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ۔

طبقات ابن سعد جلد ۶ ص ۶۲۲ دار صادر بیروت

تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۳۸۶

میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۲۷۸

حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت

خصائص بھریٰ بی میں امام الحافظ المحدث جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں :-

واخرج البیهقی من وجہ آخر عن عمر ان رسول اللہ ﷺ سیکون فی التابعین رجل من قرن یقال له: اویس بن عامر یخرج بہ وضح فیدعو اللہ ان یضہبہ عنہ فیضہبہ فیقول: اللہم دع لی فی جسدی منہ ما اذ کر بہ نعمتک علی فیدع لہ فی جسدہ فمن ادرکہ منکم فاستطاع ان یتغفر لہ فلیستغفر لہ۔

ترجمہ :- بیہقیؒ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ سے مروی کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامرؓ ہوگا۔ اسکے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا (اللہم دی لی فی جسدی منہ ما اذ کر بہ نعمتک علی) اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اسکے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا لہذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔

حوالہ:- خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۰ دارالکتب العلمیہ۔ سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ دارالکتب العلمیہ۔ دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۷۲ دارالکتب العلمیہ۔ حجة الله على العالمین ص ۳۹۵ و ۳۹۴ دارالکتب العلمیہ۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد ۲ ص ۸۰ دارالکتب العربی بیروت۔

اسی حدیث کے بارے میں امام ابو نعیم بن عبد اللہ الاصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:- (ترجمہ)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایا ہاں (اویس قرنی) ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایا اسکی آنکھیں سرخی مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کاندھوں والا میاں قد والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا۔ اہل سما میں مشہور ہے کہ اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اسکے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہوگا، اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمر و علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا، اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔ (نحوالہ۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد ۲ ص ۸۲ دارالکتب العربی بیروت)۔

جامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر ﷺ حرف السین جلد ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۴، ۳، ۴، ۵ دارالکتب العلمیہ، الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر جلد ۲ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۶۹۴۳ پر امام المحدث جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔

سیکون فی امتی رجل یقال له اویس بن عبد اللہ القرنی وان شفاعتہ فی امتی مثل ربیعة ومضر۔ یعنی میری امت میں ایک ایسا شخص ہے جس کا نام اویس بن عبد اللہ القرنی ہے اور اسکی شفاعت امت پر مثل ربیعة ومضر (کے قبائل کی ہے، جو کہ لاتعداد تھے)۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵۱ مکتبۃ الرشدر یاض میں امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:-

اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتی الرجل فی المنام فقیل له انت عمر فاقرئہ السلام واخبرہ انکم مستقیون وقل له علیک الکیس

عليك الكيس فاتي عمر فاخبره فبكي عمر ثم قال يارب لا آلو الا ما عجزت عنه۔

ترجمہ: لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارثؓ) حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت ہلاک ہو چاہتی ہے آپ اس کے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔ اس صحابی کو خواب میں بھیجا گیا کہ عمرؓ کو جا کر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائے گی اور یہ بھی کہو کہ (امور خلافت ادا کرنے میں مزید) بیدار مغزی سے کام لو۔ اس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو آپؓ رو پڑے اور عرض کیا اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۵ دار المعرفہ بیروت میں لکھتے ہیں (وروی ابن ابی شیبہ باسنادہ صحیح) یعنی۔ امام ابن ابی شیبہؒ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام ابن ہشامؒ، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام مع الروض الاف ج ۱ ص ۷۹ دار ابن کثیر بیروت میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ۔۔۔۔۔ اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسکی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زوردار بارش شروع ہو گئی۔ جب بارش زیادہ ہو گئی تو مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

لو ادرك ابو طالب هذا اليوم لسره فقال له بعض اصحابه يا رسول الله اردت قوله:۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه۔۔۔۔۔ شمال اليتامى عصمة للارامل۔۔۔۔۔ یعنی۔۔۔۔۔ اگر ابو طالب اس دن کو پاتے تو یقیناً انہیں خوشی ہوتی۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے۔۔۔۔۔ گورے رنگ والے جن کے چہرے کے ویلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے اور جو یتیموں اور بیواؤں کے معجا و ماویٰ ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔

اسی بیان کردہ حدیث کا ایک اور حوالہ: کتاب الدعاء۔ امام الحافظ ابی القاسم طبرانیؒ۔ باب السنۃ فی الاستسقاء علی المنبر باب ۱۵۵۔ صفحہ ۲۹۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت

امام محمد بن سعدؒ متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:۔

حضرت سلیم بن عامر بخاری روایت کرتے ہیں:۔ ان السبا قحطت فخرج معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ و اهل دمشق

يستسقون فلما قعد معاوية على المنبر قال ابن يزيد ابن الاسود الجرجي: قال فناداه الناس فاقبل يتخطى
فامرة معاوية فصعد المنبر فقعد عنه رجليه فقال معاوية
اللهم انا نستشفع اليك اليوم بخبرنا وفضلنا اللهم انا نستشفع اليك بيزيد بن الاسود الجرجي يا يزيد ارفع
يديك الى الله فرفع يزيد ورفع الناس ايدهم فما كان اوشك ان ثارت سحابة في المغرب وهب لها ريح فسقينا
حتى كاد الناس لا يتصلون الى منازلهم۔
ترجمہ؛۔

(بہت عرصہ تک) آسمان پر بارش نہ ہوئی تو حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے۔ پھر جب حضرت امیر
معاویہؓ منبر پر بیٹھے تو فرمایا یزید بن الاسود الجرجی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ
عندہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے دعا مانگی۔ اے اللہ آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کا وسیلہ
پیش کرتے ہیں اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرجی کا وسیلہ پیش کرتے ہیں (پھر حضرت معاویہؓ نے کہا) یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعائی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زوردار
بارش شروع ہو گئی یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۷ ص ۴۴۴ دار صادر بیروت)۔

مزید احادیث مبارکہ وحوالہ جات؛۔

کتاب الدعوات الکبیر میں امام الحافظ ابی بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقیؒ، جلد ۱ ص ۲۶۱ و ۲۶۲ باب فی فضل الصلاۃ علی النبیؐ، مطبوعہ
غراس للنشر و توزیع کویت رقم الحدیث ۱۷۸، ۱۷۹ پر فرماتے ہیں کہ درود نبی کریم ﷺ تک اللہ پہنچواتا ہے امتیوں کا۔ اور اللہ کے فرشتوں کے
متعلق حدیث ۱۷۹ کہ جن کا تقرریٰ لینے ہے کہ وہ امتیوں کا درود آپ ﷺ تک پہنچائیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی مشہور حدیث ہے کہ جمعہ کے دن نبی
کریم ﷺ خود درود شریف سماعت فرماتے ہیں جبکہ باقی دنوں میں فرشتوں کے ذریعے امتیوں کا سلام آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے من
جانب اللہ۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ناصرف نبی پاک ﷺ امتیوں کے احوال، اعمال، درجہ ایمان سے واقف ہیں بلکہ ان کی، آپ ﷺ
سے کی جانے والی فریادوں سے بھی بخوبی واقف ہیں اور آپ جواب و رحمت بھی عطا فرماتے ہیں۔ اس لیے نبی پاک ﷺ کی جیسے دنیا میں تشریف
تھی ویسی ہی بعد از وصال بھی ہے اور اس میں سرِ موعود کوئی فرق نہیں آیا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کی مدد مانگنا (غیر اللہ سے مدد مانگنا نہیں، ناہی یہ کفر
شرک بدعت ہے) بلکہ یہ عین اصول قرآن، سنت نبویؐ، ارشاد نبویؐ، عمل صحابہ و تابعین و اولیائے کرام و صلحائے امت ہے۔ کیونکہ نبی یا
ولی سے مانگنا یہ ذہن میں رکھ کر کہ یہ دونوں اللہ تک رسائی کا ذریعہ ہیں اور انکی سفارش یا ہمارے حق میں دعا فرمانے سے اللہ کی بارگاہ میں ہم
گنہگاروں کی دعائیں مقبول ہو جاتی ہیں اور حاجت روائی ہو جاتی ہے تو یہ عین دین اسلام کا حکم اور تعلیمات ہیں۔

ظاہر ہے کہ دین ہو یا اللہ کی معرفت یہ دونوں ہمیں نبی پاک ﷺ کے ہی وسیلے سے ملی ہیں، اگر اللہ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث نہ فرمانا ہوتا تو وہ کائنات ہی تخلیق نہ فرماتا جیسے کہ احادیث میں ذکر آیا ہے۔ لہذا پہلی مدد تو یہی ہے رسول کریم ﷺ کی کہ انہوں نے ہمیں اللہ کی معرفت سے آگاہ کیا۔ یہ پہلا واسطہ پہلا میڈیم ہے ہمارے لیے اس دنیا میں، اور یہ صرف نبی کریم ﷺ کے وقت سے نہیں بلکہ ازل سے ابد تک کی تفسیر میں جا بہ جا آیا ہے۔ نبی پاک ﷺ کا وسیلہ (مدد، استعانت) کے بنا پر ہی آدم علیہ السلام کی خطا کو معاف فرمایا گیا جیسا کہ ابن کثیر کی تاریخ و دیگر کتب میں تفصیل سے ذکر موجود ہے۔ تو آقائے نامداتو حق تعالیٰ کی سب سے پہلی تخلیق ہیں جو اس نے اپنے خالص الخالص نور سے فرمائی اور پھر ہم پر احسان فرما کر ان کو بشر کی حیثیت میں مبعوث فرمایا تاکہ دین کو کامل کیا جاسکے اور ہم گنہگاروں کو اللہ کی معرفت سے روشناسی حاصل ہو سکے۔ یہ دراصل نبی سے مانگنا تو ہے لیکن اس کا کوئی مسلمان یہ معنی نہیں لیتا کہ اگر کسی نے (یا رسول اللہ مدد) کہہ دیا تو وہ بدعتی یا صوفی ہو گیا۔ اور اگر کسی نے (یا علی مدد) کہہ دیا تو وہ کافر مشرک بدعتی یا شیعہ ہو گیا۔ اور اگر کسی نے (یا غوث الاعظم کہہ دیا کسی نے داتا کا نام لے دیا، یا کسی نے خواجہ غریب نواز کو پکار لیا) تو کوئی عاقل و بالغ مسلمان ان کو اللہ یا خدا کا مقام یا رتبہ نہیں دیتا نہ ان حضرات کی پوجا پاٹ کرتا ہے کہ مخالفین اپنی جاہلت میں کفر شرک کے فتوے جاری کریں۔ بلکہ ہر کلمہ گو مسلمان چند باتیں ہر صورت جانتا ہی ہے کہ واحد اور اصل مددگار صرف اللہ ہے۔ اور اسی اللہ کے حکم قرآنی اور عطا سے ہمارے مددگار ہمارا ذریعہ، ہمارا اسکے دربار تک رسائی کا واسطہ انبیائے کرام، اور صلحائے امت ہیں۔ کوئی مسلمان ان میں سے نہ تو کبھی کسی کو خدا سمجھتا ہے، کبھی کسی کو سجدے کیلئے اور نہ ہی کبھی کسی کو الوہیت کی صفات میں شریک سمجھتا تو پھر کفر شرک بدعت یا توسل، وسیلہ کو (کفر) کہنا بہت بڑی حماقت، دین سے بیزاری، جہالت اور نری بیوقوفی کے سوا کچھ نہیں۔

احادیث مزید وحوالہ جات۔

ضعفا اور شیوخ کی مدد سے بھی سلف الصالحین نے بارش کی دعا مانگی ہیں جیسا کہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں امام ابن نجیم الحنفیؒ نے جلد ۲ طبع اول مصر صفحہ ۸۲ باب الاستسقا میں تحریر فرمایا (ویستسقون بالضعفة والشیوخ) (اور استسقا کی جاتی ہے ضعیف العمر اور شیوخ یعنی صالح بندوں کے وسیلے سے) اور پھر تین لائوں کے بعد سیدنا عمرؓ و عباسؓ کی مشہور حدیث کا حوالہ بھی دیا ہے۔

ایک اور مشہور حدیث ہے من کنت ولیہ فان علیاً ولیہ۔ یعنی جس کا میں مددگار، اس کا علی بھی مددگار۔

محوالہ مسند البزار، البحر الزخار۔ امام حافظ ابی بکر احمد البزار۔ جلد ۴ صفحہ ۶۱ رقم الحدیث ۱۲۰۳ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ۔

یہی حدیث اسی مسند میں متعدد مقامات پر فضائل علی کے ابواب میں بیان ہوئی ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ خوارج اس حدیث کا ترجمہ کرتے وقت اپنی فطرت کے مطابق اڑی ڈالتے ہیں اور ولی سے مراد (دوست لیتے ہیں) جبکہ یہ لغت اور دین کے اصول سے غلط ہے کیونکہ ہم جیسے پلید گنہگاروں کی کیا اوقات کہ جو یہ دعویٰ کر سکیں کہ ہمارے دوست نبی علیہ السلام ہیں۔ یہ تو یوں کے زمرے میں آتا ہے اسلئے لفظ (ولی) کا معنی یہاں دوست نہیں استعمال ہو سکتا، دوسرا معنی (غلام) کے بھی ہے وہ تو ظاہر ہے ہرگز استعمال نہیں ہوتا اور تیسری اہم

بات کہ یہاں پر دلی سے فقط مدد گاری صحیح مفہوم کھلائے گا اور اسی پر تمام سلف کا اجماع بھی ہے۔ اسکے علاوہ غور طلب امر یہ بھی ہے کہ جب خود آقائے نامدار رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو (مددگار) یعنی مدد کرنے والا فرما رہے ہیں اور ساتھ میں علی رضی اللہ عنہ کو بھی مددگار قرار دے رہے ہیں تو پھر (غیر اللہ کی مدد کو کفر شرک بدعت) کہنے والے خوارج کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کفر کا فتویٰ دیں گے؟ کیا ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ مددگار تو صرف اللہ ہی کی ذات ہوتی ہے۔ یہ بہت سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے۔

بہجۃ المحافل و بغيۃ الاماثل جو کہ شرح ہے علامہ جمال الدین محمد الاشتر الیمینیؒ کی۔ لاما مام الفقہیہ عماد الدین تیکئی بن ابی بکر العامری جلد ۱، صفحہ ۱۴ مطبع دار صادر بیروت لبنان پر شفاعت محمدی کی نوید سناتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ (و روی انه تشفع بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم حین اصاب الخطیئة فتاب اللہ علیہ)۔ یعنی۔ روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے خطا کاروں کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے۔ پھر اسی کی شرح میں لکھا ہے کہ اسکو حاکم نے بھی تحریر کیا ہے اور حدیث ابن عباسؓ ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ یا اللہ! تو ہماری خطاؤں کو محمد ﷺ کے طفیل معاف فرما دے تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ تم محمد ﷺ کو کیسے جانتے ہو؟۔ عرض کیا۔ باری تعالیٰ جب میں نے آسمان پر نظر کی تو وہاں مجھے (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) لکھا نظر آیا تو جس شخصیت کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھ کر سر بلند فرمایا میں نے جان لیا۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! اگر ہم نے محمد ﷺ کو نہ مبعوث فرمایا ہوتا تو یہ سب کچھ بھی تخلیق نہ کیا جاتا۔ اور ان کی خطا کو معاف فرما دیا۔ پھر امام مزید لکھتے ہیں کہ یہ حدیث طلب التوسل (مدد طلب کرنے) پر وارد ہوئی ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی مدد اللہ تک حاجت روائی کروانے کی خاطر، اور یہ سیرۃ السلف الصالحین ہے، انبیاء و اولیاء کے درمیان (اس معاملے میں) کوئی فرق نہیں یعنی توسل و استعانت (مدد کرنا) توجہ، تشفع، تضرع وغیرہ اور انبیاء و اولیاء کے کرام سے توسل کرنا (حسب درجات مدد مانگنا اپنی حاجتوں کے لینے) جائز ہے جسکو امام سبکی اور امام ابن عبدالسلام نے بھی بیان فرمایا۔ شرح کے فائدے میں لکھا ہے۔

قال الیافعی فی الارشاد روى الشيخ تاج الدين بن عطاء الله عن شيخه ابى العباس المرسى عن شیهه ابى الحسن الشاذلى قدس الله اسرارهم انه قال لا محابه من كانت له حاجة الى الله تعالى فليتوسل اليه بالامام ابى حامد الغزالى۔۔۔ یعنی۔ امام یافعیؒ نے الارشاد میں شیخ تاج الدین ابن عطاء سے روایت کیا ہے کہ وہ روایت کرتے ہیں شیخ ابی العباس المرسىؒ سے، وہ روایت کرتے ہیں شیخ ابو الحسن الشاذلىؒ سے جنہوں نے فرمایا کوئی ممانعت نہیں اپنی حاجت روائی بطرف اللہ کرنے میں کہ ہم امام ابی حامد الغزالیؒ کا وسیلہ پیش کرتے تھے۔

شیخ مرغی بن یوسف الجنبلیؒ، دلیل الطالب علی مذہب الامام احمد بن حنبلؒ، مجمع حاشیاء العلامة الشیخ محمد بن مانع۔ باب صلاة الاستسقا میں لکھتے ہیں۔
ومعه اهل الذین والصلاح والشیوخ..... والتوسل بالصالحین فیصلی۔۔ صفحات ۵۶ اور ۵۷ پر کہ استسقا کی دعا نماز

وغیرہ میں اہل دین، نیک لوگوں اور شیوخ یعنی بزرگان ہوتے ہیں اور صاحبین کے توسل کے ساتھ نماز پڑھی جاتی ہے۔ منشورات المکتب الاسلامیہ۔

اللہم حولینا ولا علینا والی مشہور حدیث یعنی اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش برسا اوپر نہیں۔ جو کہ توسل نبی پر ایک اور دلیل ہے۔
حوالہ۔ الدعوات البکیر للحافظ الیہیقی جلد ۲ باب الدعاء فی الاستسقا۔ نمبر ۷۹ حدیث ۵۴۶۔ غراس للنشر و توزیع کویت۔ فتوح الشام، امام ابی عبد اللہ بن عمر والواقدیؒ کی مشہور تصنیف ہے جس کے صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ دار الجلیل للنشر و توزیع میں توسل عمر و عباس، الملبیت سے توسل کرنا اور دیگر صحابہ سے توسل کرنے کو عمل صحابہ اور سنت قرار دیا ہے۔ منکرین توسل کے مشہور مولانا وحید الزماں غیر مقلد اپنی مشہور کتاب ہدیۃ المہدی صفحہ ۷۷، ۷۸ و ۷۹ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد میں ٹائٹل دے کر لکھتے ہیں:-

ارواح سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔

طیبی نے کہا انبیائے کرام کا دعا کے ساتھ تقرب الی اللہ بعید نہیں یقیناً وہ شہدائے افضل ہیں اور اگرچہ آخرت تکلیف کا گھر نہیں تو زائد کو میت کے لئے دعا سے کون سی چیز مانع ہے باوجود اسکے کہ سوال اموات سے نہیں ارواحِ صلحا سے ہے اور ارواحِ موت کا ذائقہ نہیں چکھتیں اور نفوت ہوتی ہیں بلکہ حیاتِ مدرکہ باقی ہیں بالخصوص انبیاء و شہدائے ارواح تو کتاب و سنت کی نص سے زندگی کے حکم میں ہیں۔ ہاں! ان کی قبروں کے پاس استعانت و استغاثہ واجب ہے تو یقیناً ان کا حال زندگی جیسا ہے کہ دور سے نہیں سنتے تھے تو موت بعد کے بعد دور سے کیسے سن لیں گے۔۔۔۔۔ پھر آگے خود لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ کا انکار غلط ہے۔۔۔۔۔ ہمارے اصحاب میں سے شیخان یعنی ابن تیمیہ اور ابن قیم نے زائر کو قبور انبیاء و صلحا سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات اور لذائذ قلبیہ کا انکار کیا ہے اور زائر کے لئے مقصود زیارتِ قبور موتی کے لئے دعا و استغفار اور انہیں نفع پہنچانا۔ عبرت و زجر اور موت کو یاد کرنا اور خواہشاتِ دنیوی کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف راغب ہونا بیان کیا ہے۔۔۔۔۔ اہل قبور فیوض و برکات دیتے ہیں۔۔۔۔۔ ہمارے اصحاب سے کثیر لوگوں نے اسکا اثبات کیا ہے (یعنی مانا ہے) چنانچہ متاخرین سے شیخ ولی اللہ دہلویؒ اور اسکے بیٹے عبدالعزیز اور سید اور متقدمین میں سے امام شافعیؒ، ابن حجر مکیؒ، اور تمام تر صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ امر مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے یہاں تک کہ ایک شخص بھی ایسا باقی نہیں جو ان کے ہاں مجالِ انکار کر سکے۔ شیخ ابن حجرؒ نے قلائد میں نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہؒ کی قبر کے ساتھ برکت حاصل کرتے۔ اور قبر کے پاس دعا مانگتے تو دعا قبول ہوتی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا بھی توسل اور مدد کے حق میں بیان دیا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ مخالفین کے ایک نامور مولانا نے بھی بالآخر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ نیک لوگوں کی ارواح سے مدد مانگنا کوئی کفر شرک بدعت نہیں بلکہ عین اجماع امت ہے صرف ابن تیمیہ اور ابن قیم نے ماضی میں، جبکہ ابن وہاب نجدی کے پیروکار اور اسماعیل دہلوی کے

پیروکاروں نے حال میں اس اسلامی عقیدے کے خلاف خود ساختہ بدعتی عقائد ایجاد کر کے اپنی مذہبی دکانداری چکانے کے لیے دین کی تجارت شروع کی ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت دے اور یا امت کو ان سے نجات عطا فرمائے۔ آمین۔ اسی کتاب ہدیہ المہدی کے صفحہ ۴۲ پر خود لکھا ہوا ہے کہ مخلوق سے استغاثہ جائز ہے۔

ایک اور مشہور حدیث صحیح ہے جسکو اعرابی کی حدیث تو سل کہا جاتا ہے۔ اس کے کچھ حوالے پہلے دیئے جا چکے ہیں ایک یہ رہا۔ مگر پہلے حدیث کا مفہوم بیان کر دیا جائے تاکہ سمجھنے میں آسانی رہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ ایک اعرابی قبر نبی ﷺ پر حاضر ہوا اور قبر مبارک کی خاک سر پر ڈال کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ، تعلیم ہوئی ہے اللہ کی طرف سے تمکو کہ (اور یہاں سورۃ النساء کی آیت ۶۴ تلاوت کی) کہ جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں (یعنی گناہ) تو چاہئے اے نبی ﷺ کے تمہارے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں، اور اگر نبی ﷺ بھی ان کی سفارش فرمائیں تو بے شک اللہ کو وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ میں نے بھی اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اس کے بعد اس اعرابی نے کچھ اشعار تو صیغ پڑھے۔ عتبی کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مجھے خواب میں زیارت ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عتبی! اس اعرابی کی دعا قبول کر لی گئی (یعنی اسکی مغفرت توبہ طلب کرنا نبی کے توسل سے مقبول ہوا) اسکو اطلاع پہنچا دے۔ (بحوالہ - الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الامام شافعی وهو شرح مختصر المزنی ج ۴ ص ۶۱۵، ۶۱۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔ اور کتاب الصلاة علیہ النبیؐ - صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸ باب القربة الی رب العالمین۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت حدیث ۱۲۳۔ نیز یہی روایت امام تقی الدین سبکی کی شفا السقام فی زیارة خیر الانام ص ۱۱۹ طبعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت میں بھی درج ہے اور کتاب اتحاف الزائر و اطراف المقیم للسائر للامام ابن الیمن ابن عساکر ص ۷۶۔ و شفا السقام للتقی الدین سبکی ص ۱۸۱، ۱۸۲ پر بھی موجود ہے۔

ابن تیمیہ کی ایک کتاب ہے احکام المر جان فی غرائب الاخبار والجان جسکو دیوبندیوں کے مولانا میرٹھی نے اردو میں جنات کے حالات و احکام کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔ اسی کتاب کے صفحات ۶۱ اور ۶۲ میں دونوں حضرات خود جنات کی قوتوں کو مان بھی رہے ہیں بلکہ جادو منتر کی تفصیل بھی بیان کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی جادو منتر میں شرک نہیں پایا جاتا تو ایسا علم جائز ہے اور باقاعدہ احادیث کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہاں یہ سوال ضرور بنتا ہے مخالفین سے کہ وہ غیر مقلد اور نیم غیر مقلد حضرات جو توسل کے قرآنی حکم کا، انبیاء و صالحین کے روحانی تصرف کا تو انکار کرتے ہیں وہ کس دیدہ دلیری کے ساتھ اسکا اقرار بھی کر رہے ہیں لیکن جواب نہیں دے پاتے کہ اگر جن فائدہ دے سکتا ہے تو کیا اللہ کا دلی نہیں دے سکتا؟۔ (حوالہ۔ جنات کے حالات و احکام۔ مولوی میرٹھی۔ صفحات ۶۱ و ۶۲ ادارہ اسلامیات لاہور کراچی)۔

اسی طرح اکمال الشیخ۔ تصوف پر حضرت شیخ عطاء اللہ اسکندریؒ کی مشہور تصنیف ہے جس پر مزید کام مولانا علی متقیؒ نے کیا ہے۔ اس کتاب کا

اردو ترجمہ اور ٹائٹل پر دیوبندیوں کے مولانا غلیل احمد سہارنپوری، مولانا عبداللہ گنگوہی اور مولانا زکریا کاندھیلوی کے نام بھی بلا ضرورت درج کیئے ہوئے ہیں اور اس کو ان کے پرانے ادارے ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور نے چھاپا ہے۔ اس کے صفحہ ۳۹ پر کچھ ایسے ترجمہ لکھا ہے:

عجبہ سے خوارق عادت کیونکر ظاہر ہوں اب تک تو نے اپنی نفسانی عادتوں کو تو ترک کیا ہی نہیں۔ ف۔ خوارق عادت وہ امور ہیں کہ عالم میں کوئی ایسا واقعہ کسی شخص سے ظاہر ہو کہ جو عادت الہی کے خلاف ہو مثلاً کئی ماہ کا راستہ ایک منٹ میں طے کرنا، یا پانی پر چلنا، یا ہوا میں اڑنا اگر ایسے امور متبع شریعت اور صاحب استقامت اور کامل سے ظاہر ہوں تو اس کو کرامت کہتے ہیں ورنہ استدراج اور مکر کہلاتا ہے، بہت سے سالک جنگلے اندر جب شہرت موجود ہے کرامات کے بڑے بڑے طالب ہوتے ہیں اسلئے شیخ فرماتے ہیں کہ اے مرید تو کرامات کے ظہور کی طمع کیسے کرتا ہے حالانکہ ابھی تو نے اپنی نفسانی عادتوں کو اور بری خصلتوں کو نہیں چھوڑا اور کرامت ولی کے لئے اس کی ولایت کی خدا تعالیٰ کی طرف سے شہادت ہے اور تیرے اندر جب نفسانی شہوتیں موجود ہیں تو ولایت کہاں ہوئی اور جب ولایت نہیں تو اس کی شہادت کیسے آسکتی ہے۔

اب اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اولیائے کرام کسی کی مدد فرماتے ہیں تو وہ اللہ ہی کے عطا کردہ علم و حکمت اور درجہ کی وجہ سے کرتے ہیں اس سے یہ مراد لینا یا لوگوں کو اس غلط بات کی تبلیغ کرنا کہ (ولی سے مدد مانگنا شرک ہے) یہ بالکل بذات خود ایک بدعت اور برائی ہے۔ ولی سے یا نبی سے یا صالح بندوں سے مدد مانگنا اور یہ تصور ذہن میں رکھ کر مانگنا کہ واحد مددگار اللہ ہی ہے اور یہ بھی تمام لوگ اس کی طرف رسائی کا وہ ذریعہ یعنی وسیلہ ہیں جس سے ہماری حاجت روائیاں ہوتی ہیں تو یہ عین اسلام ہے۔

اسی طرح حقیقوں کے مشہور امام، امام ابن عابدین الشامیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف حاشیۃ رد المحتار جلد اول دار الفکر بیروت صفحہ ۴ پر شروع ہی میں خود بھی نبی کریم ﷺ کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا ہے بلکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا بھی وسیلہ پیش کیا ہے۔

عشق رسول ﷺ اور علمائے دیوبند، ایک پر ایجنڈہ کتاب ہے جس کو ابو طلحہ محمد انظہار الحسن محمود نے تحریر کیا ہے۔ اور چھپائی مکتبۃ الحسن کی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۰۷ پر لکھا ہے۔

علم و عمل اور عشق و عقیدت کے پیکر حضرت نانوتویؒ کی اپنی ایک مشہور کتاب آب حیات کی ابتداء تالیف اور حرین شریفین سے عقیدت ملاحظہ فرمائے۔ دل میں یہ ٹھکان کر قلم اٹھایا اور ٹھہرائی (طے کر لیا) کہ شروع تو خدا کے گھر سے کیجئے اور بن پڑے تو بوسہ گاہ عالم (سرورد عالم) ﷺ پر اختتام کو پہنچا دیجئے تاکہ ابتدا اور انتہا دونوں مبارک ہوں ورنہ جس قدر بن پڑے غنیمت ہے کیونکہ اس وسیلہ سے اس ظلوم و جہول کو امید صحت اور ظن حسن قبول ہے۔ (سوانح قاسمی جلد ۳ ص ۱۲)۔

اب یہ وہی عقیدہ ہے جو اگر کوئی مسلمان رکھے تو وہ یا تو بریلوی کہلاتا ہے یا کافر مشرک بدعتی یا سوفی وغیرہ۔ (یعنی پکا ارادہ کر کے روضہ نبوی یعنی قبر انور ﷺ پر حاضری دینا)۔ جو کہ انہیں دیوبندیوں کے ابن تیمیہ اور اسماعیل دہلوی کے دھرم میں قبر بدعتی کہلاتا ہے۔ (۲) نبی علیہ السلام کے وسیلہ کے منکر (جو اسکو غیر اللہ کی مدد کہتے ہیں) یہاں خود وسیلہ کا اقرار کر رہے ہیں اور (۳) یہ بھی لکھا ہے اسی صفحہ پر کہ جہاں تک میری خدائی ہوگی وہاں تک تیری مصطفائی ہوگی۔ یہ لکھنا نبی ﷺ کو حاضر و ناظر بھی ماننا ہے اور یہ بھی کہ آپ ﷺ اللہ کی عطا سے مختار کل ہیں۔ جسکو اسی دیوبندی وہابی ٹائفے کے لوگ بریلویت کے عقیدے کہتے ہیں۔ اب کیا فتویٰ دیا جائے گا نانوتوی صاحب پر؟ اور ان کو مولوی قاسم نانوتوی البریلوی کیوں نہ کہا جائے؟

اللہ تک رسائی کے لیے اس کے نیک اشخاص کی مدد حاصل کرنا یعنی توسل عین سنت نبی و سنت صحابہ و سلف ہے۔ صحیح مسلم شریف، کتاب الزکاة ۲۴ صفحات ۲۸۰ و ۲۸۱ صحیح بخاری شریف انگریزی ایڈیشن میں حدیث ۱۴۰۲ ہے جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث بیان ہوئی ہے جس میں قیامت کے دن اونٹوں کا اپنے مالک پر حاوی اور کڑا ہونے کا بیان ہے جو کہ ان کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔ اس کے ایک حصہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ تم میں سے کوئی اس دن (قیامت کے دن) میرے پاس اپنی گردن پر سوار بھیڑ کے ساتھ فریاد کرے کہ میری داد دے فرمائیے۔۔۔ یعنی مجھے اس آفت سے بچائیے۔ یعنی یہ بھی ثابت ہوا کہ قیامت میں بھی نبی کریم علیہ السلام سے مدد مانگی جائے گی اور اسی نوع کے دیگر واقعات کتب اسلامی میں درج ہیں۔ (صحیح البخاری، طبع دار السلام سعودی عرب۔ انگلش ایڈیشن)۔ یہی حدیث قدیم طباعت میں دار طوق التجارة کی جلد اول صفحہ ۱۰۶ پر بھی بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح جامع الصلوات و مجمع السعادات فی الصلاة علی سید السادات ﷺ۔ تالیف الامام الشیخ یوسف بن اسماعیل النہمانی، دار الکتب العلمیہ میں بھی (یا) لفظ کے ساتھ پہلے ہی صفحے پر آپ سے مدد توسل و استعانت کا ذکر موجود ہے۔

حضرت الامام المحدث الفقیہ سیدی احمد بن حجر المہتمیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الجوهر المنظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم صفحہ ۱۴۸ پر باقاعدہ ٹائٹل دیا ہے (جواز التوسل برسول اللہ ﷺ) یعنی (نبی کریمؐ سے مدد توسل کا جواز)۔ اور لکھا ہے کہ توسل پیش کرنا یعنی مدد مانگنا سیرت سلف، انبیاء و اولیاء سب جائز ہے اور یہ بھی درج ہے کہ (فقول ابن تیمیہ لیس له اصل من افتوائه) یعنی ابن تیمیہ کا قول (یعنی توسل کا انکار، اسکو غیر اللہ کی مدد کفر مشرک بدعت قرار دینا یا اس عقیدہ رکھنا) فقہ افتراء یعنی جھوٹ ہے۔ پھر آپ نے اس کے حق میں کم و بیش ۱۵ صفحات پر وسیع مطالعہ پیش کیا ہے جس سے گمراہوں کی رہنمائی ہو سکتی ہے اگر ان کے دل کو اللہ راہ دکھا دے۔

مکمل حوالہ۔۔ الجوهر المنظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم۔ للعالم الفقیہ المحدث احمد بن حجر

الہیتمی، الناشر دار جوامع الكلم مشیخة الطريقة الجعفریة۔، اش الشیخ صالح الجعفری۔ الدراسة۔
القاهرة ۵ صفحات ۱۳۸۔

ایسے ہی ایک مشہور کتاب کشف اللشام شرح عمدة الاحکام۔ تالیف الامام شمس الدین محمد بن احمد بن سالم السفارینی النابلسی المخبلی جلد ۳ ص ۲۷۷ طبع نور الدین طالب میں توسل بالصالحین (یعنی صالح لوگوں سے مدد و وسیلہ) اور اسکے ثبوت اور جواز کے دلائل دیئے گئے ہیں۔ اسی میں ابن تیمیہ کا یہ قول بھی لکھا ہے کہ (التوسل بالایمان بہ) اور یوں ابن تیمیہ کا اپنا عقیدہ یہاں پر آشکارا کر دیا گیا کہ اس نے بھی توسل کو جائز مانا ہے۔ باقی عقیدے میں جو بگاڑ اس نے پیدا کیا ہے وہ الگ معاملہ ہے۔

توسل پر سلف کے عقائد کی بابت ابھی تک آپ بہت کچھ پڑھ چکے ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے از خلاصة الكلام فی مولد المصطفى، علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ جو کہ عارف باللہ شیخ رضوان بن العذل بیرس الشافعی الاشعری الخلوئی الجزری کی میلاد پر تصنیف ہے اسکے صفحہ ۳۔ بالمطبعة الامیریة۔ مصر پر امام شیخ خود نبی کریم ﷺ سے مدد مانگتے ہوئے توسل نبی ﷺ اللہ کی بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں۔

کتاب المستغیثین باللہ تعالیٰ عند البہات والحاجات۔ امام الحافظ ابی القاسم خلف بن عبد الملک بن مسعود بن مشکوٰۃ صاحب کتاب الصلۃ (متوفی ۵۷۸ھ) نے (خبر فی اجابة الدعوة فی الاستسقا۔ فی کتاب العروس) کے ٹائٹل سے متعدد احادیث و سیلے کی بابت پیش کی ہے جیسے حدیث ۱۴۷ صفحات ۱۴۳ تا ۱۴۹۔ احادیث ۱۴۷ تا ۱۵۴۔ دار المشکاۃ للبحوث والنشر والتوزیع القاہرہ مصر۔ طوان۔

تین اشخاص کی دعا کی رد نہیں ہوتی۔ روزہ دار، مسافر اور مظلوم۔ اور۔ دعائیں تب تک زمین و آسمان کے درمیاں معلق رہتی ہیں جب تک دورِ پاک نہ پڑھا جائے۔ یعنی نبی کریم علیہ السلام کی مدد اور توسل کے بنا دعا بھی نامقبول ہے۔ حوالہ۔ کتاب الامالی۔ امام جرجانی ص ۴۹۳، ۴۹۴، ر۔ ح۔ ۱۰۱۴، ۱۰۱۵۔ باب فی الدعاء والرغبة۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

لغات کے مشہور امام خلیل بن احمد الفراهیدی متوفی ۷۰۱ھ باب الواو جلد ۴ صفحہ ۷۰۳ طبع دار الکتب العلمیۃ پر لکھتے ہیں:-

وسل:- وسلت الی ربی وسیلۃ:- ای عملت عملا اتقرب بہ الیہ وتوسلت الی فلان بکتاب او قرابۃ، ای تقربت بہ الیہ قال لبید۔ یعنی:- یہ اللہ کی طرف تقرب حاصل کرنا، واسطہ ڈھونڈنا یعنی وسیلہ سے نکلا ہے۔ کہ کسی کی سفارش توسل سے کسی کا قرب چاہنا۔

دیوبندیوں کے مولانا ممداد اللہ انور اپنی کتاب اسماء النبی ﷺ میں متعدد مقامات پر نبی کریم ﷺ کو مددگار مانتے ہیں اور جیسا کہ صفحہ ۱۱۳ پر آپ کا ایک اسم گرامی (الناصر) لکھا ہے جس کا معنی ہے مدد کرنے والے۔ دارالمعارف، ملتان۔

ایسے ہی دیوبندیوں کے ہی مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے مقالات احسانی صفحہ ۳۳۲ ناشر ادارہ مجلس علمی کراچی۔ پر لکھا اپنے پیر و مرشد اشرف علی تھانوی کی روحانی تصرف اور مدد کی طاقت کو کچھ ان الفاظ میں لکھا ہے کہ:-

دیکھا کہ مولانا تھانوی آرہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جلدی کرو۔ چنانچہ شیخ و مرید نے پکڑ کر سارا سامان دوکان سے نکال لیا جب سامان منتقل ہو چکا تو حضرت شیخ وہاں موجود نہ تھے۔ اور درحقیقت اس وقت حکیم الامت تھانہ بھون ہی میں تھے۔ جب مرید نے اس حیرت انگیز واقعہ کی اطلاع حضرت شیخ کی خدمت میں کی تو ارشاد ہوا۔ (مجھ کو اسکی کچھ خبر نہیں البتہ بعض اوقات حق تعالیٰ کسی کی دستگیری اور اعانت اس صورت میں فرماتے ہیں کہ کسی لطیفہ غیبیہ کو مانوس شکل میں ظاہر فرما دیا اور اسکے ذریعہ اسکا کام بنوا دیا اور خود اس شکل والے کو کچھ خبر نہ ہوتی)۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اشرف السوانح میں درج ہے۔ (اختتام مقالات احسانی)۔

اب یہ یاد رہے کہ انہیں دیوبندیوں کا خود ساختہ عقیدہ ہے کہ مدد صرف اللہ کرتا ہے کسی ولی نبی جن پیر و فقیر کو یہ قدرت حاصل نہیں ہے، لیکن یہاں ان کے اپنے گھر کی بات آئی تو خود کو لطیفہ غیبی قرار دے دیا۔ انکار بھی نہیں کیا اور ڈھکے چھپے و کیلانہ انداز میں اپنی تعریف کا خود ہی ثبوت بھی پیش کر دیا۔ یہاں ان کو اپنی تبلیغی تعلیمات بالکل بھی یاد نہیں رہیں۔

مراح البید لکشف معنی القرآن المجید، تالیف العلامة الشیخ محمد بن عمر نووی الجاویؒ (متوفی ۱۳۱۶ھ) جزا صفحہ ۲۰۶ تحت سورۃ النساء آیت وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ لکھا ہے کہ چونکہ انبیائے کرام معاصی سے پاک ہوتے ہیں اسلئے ان سے شفاعت حاصل کی جاتی ہے اور ان کے وسیلہ کے سبب اللہ جنتا ہوں کو معاف فرما دیتا ہے یعنی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ (دارالکتب العلمیۃ بیروت)۔ ایسے ہی شفاعت مصطفیٰ گنگوہار جہنمیوں کے لئے بھی ہوگی جس کا ذکر امام بزار کی مسند البروار۔ یعنی البحر الزخار حدیث ۳۵۸۶ و ۳۵۸۵ جلد ۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت پر بیان کی گئی ہے۔

توسل اور اسکے حق میں یعنی نبی علیہ السلام اور صلحاء امت سے وسیلہ سلف کا معمول بھی رہا ہے اور سنت رسول و صحابہ و تابعین وغیرہ پر عمل بھی اور اسی کا ذکر امام احمد بن محمد القسطلانیؒ کی المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ جلد ۲ صفحہ ۵۵۵ طبعات المکتب

الاسلامی بیروت پر بھی موجود ہے۔ اور المعجم الكبير للطبرانی صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴ پر باب ۳۹۲ خریحہ بن اوس بن حارثہ بن لامہ الطائی۔ رقم الحدیث ۴۱۶۷ پر نعت رسول علیہ السلام میں وصلے کے ذکر سے بھی موجود ہے۔ ایسے ہی معجم الكبير جلد ۲۳ صفحات ۴۳۳ و ۴۳۴ اور ۴۳۵ طباعت مکتبہ ابن تیمیہ پر وہ مشہور حدیث دی ہے کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے ہوتے ہیں کہ ۳ بار لبیک کہتے ہیں اور یہ اس سبب ہوتا ہے کہ ایک آدمی آپ کو اپنی مدد کے لیے پکارتا ہے اور آپ دور سے جب وہ ابھی مدینہ میں آیا بھی نہیں ہوتا اسکی مدد فرماتے ہیں یہ کہہ کر کہ تیری مدد کی گئی اور تین بار لبیک۔ یہ مکمل حدیث آگے بیان ہوگی۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مختصر خلافيات البيهقي۔ ل احمد بن فرح اللخمي الاشبيلي الشافعي (متوفی ۵۶۹۹) صفحہ ۳۸۹ مکتبہ الرشدریاض۔ و۔ شرکتہ الرياض للنشر و توزیع پر مسئلہ ۱۸۳ کے آخر میں بھی بیان کیا گیا ہے اور تو سل پر ایک حدیث مرسل پیش کی ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ علیہ السلام سے بارش مانگی جاتی (یعنی تو سل کیا جاتا) زمان قحط اور آفات میں۔ یہی حدیث سنن الدارقنی ۲۔ ۶۶ میں کتاب الاستسقاء رقم ۲ پر مرسل روایت کی گئی ہے اور سنن الکبریٰ کی جلد ۳۔ ۳۵۱ پر بھی بیان کی گئی ہے۔ جز الثانی ۲۔ بحوالہ۔ خلافيات البيهقي۔

حضرت سیدنا ویس القرنیؒ کی بابت ایک اور حوالہ، المستدرک علی الصحیحین۔ جلد ۲ کتاب معرفۃ الصحابة ح ۵۷۱۹، ۵۷۲۰ اور ۵۷۱۹ و ۵۷۱۷ پر بیان ہوئی اور یہ حدیث صحیح کے درجے میں ہے شرط شیخین پر۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

المواہب اللدنیۃ۔ امام الحافظ قسطلانیؒ ج ۲ صفحات ۶۹۴ و ۶۹۵ ط۔ مکتب الاسلامی بیروت پر یہ بھی درج ہے کہ امت کے احوال و کام وغیرہ آپ ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں اور آپ امت کے لیے استغفار فرماتے ہیں۔ یعنی استغفار فرمانا بھی تو مدد ہی ہے نبی پاک ﷺ کی اپنے امتیوں کے لیے تو پھر مدد کا انکار کر کے اسکو (غیر اللہ سے مدد) قرار دینا انتہائی بڑا ظلم ہے۔

امام محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعریؒ کی ایک تصنیف دلیل الفالحین شرح اردو ریاض الصالحین ہے جو کہ خوارج کے مولانا شمس الدین صاحب نے ترجمہ کی ہے۔ اور جو کہ مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور پاکستان سے شائع کی گئی ہے۔ اسکی صفحہ ۳۲۳ جلد ۴ پر یہ لکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً سرور کائنات ﷺ بہ عطا الہی دور اور نزدیک سے سننے پر قادر ہیں اور ان کے مقابر میں نماز کی کراہیت بھی نہیں ہے۔ یعنی جو دور و نزدیک سے سننے پر قادر ہے وہ اللہ ہی کی عطا سے مدد کرنے پر بھی تو قادر ہو سکتا ہے یا نہیں؟۔ یہ سوال ہم مخالف ذہنوں کے لیے چھوڑے جاتے ہیں۔

اشخاص کا وسیلہ بھی ویسے ہی جائز ہے جیسے اعمال کا وسیلہ یعنی جیسے محتاجی دور کرنے کے لیے مختلف کتب میں لاقول ولا قولا الا باللہ العلی العظیم پڑھا جاتا ہے۔ تو یہ اس کلمے کی برکت اور مدد اور وسیلہ کہلاتے گاتا کہ ہماری حاجت یعنی محتاجی دور ہو سکے۔ جیسا کہ راحت القلوب، ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکر۔ از حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی۔ صفحہ ۱۳۶ مطبع ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور میں درج ہے۔ ایسے ہی رسالہ اصول السماع فارسی۔ از مولانا فخر الدین زراوی خلیفہ شیخ نظام الدین محبوب الہی صفحہ ۳ پر بھی توسل وسیلہ کا ذکر ہے۔

ردود علی اباطیل و رسائل الشیخ محمد الحامد۔ بیروت پر لکھا ہے کہ توسل بالکل جائز ہے کیونکہ یہ اللہ سے دعا مانگنا اور وسیلہ پیش کرنا ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی شرعاً قاحت نہیں ہے کہ اللہ کی مدد مانگی جائے وسیلہ توسل کے ذریعے۔ اور جن سے زندگی میں مدد ملی جاسکتی ہے ان سے بعد از وفات بھی توسل کیا جاسکتا ہے۔ صفحہ ۳۹۔ المنشورات المکتبۃ۔ بیروت۔

حنیفوں کے امام علامہ بدر الدین عینی الحنفی۔ حدیث استسقا کے باب کی شرح میں لکھتے ہیں کہ قحط سالی وغیرہ میں امام کے ساتھ ضعفا مقتدا اور صاحبان ورع وتقویٰ وزہد کے واسطے سے بارش کی دعا مانگتے ہیں کیونکہ ان کی اس صفت دعا کی قبولیت کی زیادہ اجابت ہوتی ہے۔ (عربی عبارت: ویستفاد من الحدیث: ان الامام الاعظم یمخرج بالناس الی المصلی، فی زمن القحط، ویستسقی، یمخرج معهم مقتداہم و کبیرہم الذی اشتهر بینہم بالزہد والورع، لان من ہذا صفتہ یکون دعائوہ اقرب الی الاجابة) یعنی امام الاعظم رضی اللہ عنہ جب بھی عوام کے ساتھ استسقا کی نیت سے نکلتے تو ان کے ساتھ ضعفا، مقتدا وغیرہ ہوتے۔ یہ حوالہ شرح سنن ابی داؤد۔ از امام عینی جلد ۴ صفحہ ۲۲ مکتبۃ الرشد ریاض میں موجود ہے جبکہ اس سے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ والی احادیث کو دہائیوں نے غائب کر دیا ہے۔ البتہ دیگر مکتبوں کی چھاپی کتب میں وہ احادیث بھی درج ہیں۔

ایسے ہی البحر الزکاء المعروف مسند البزار کی جلد ۱۳ رقم الحدیث ۷۰۳۲ صفحہ ۳۷۲ میں شفاعت کبریٰ، جناب مصطفیٰ ﷺ بروز قیامت کی مستند حدیث بھی درج ہے۔ بحوالہ مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ۔

مفتی بلد الحرام۔ سید محمد بن علوی المالکی الحسنی ابی تصنیف شفاء الفوائد بزیارۃ خیر العباد میں لکھتے ہیں:۔
یظہر سبحانہ کمال فضل زیارتہ دون فرق بین قریب الدار وبعیدھا۔ ولا بین زیارتہ صلوات اللہ وسلامہ
علیہ فی حیاتہ وبعثہ ووفاتہ۔

یعنی رسول اللہ علیہ السلام سے توسل، مدد ان کی حیات ظاہری اور بعد وصال بھی کیا جاتا ہے اور اس میں دور و قریب کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر پھر اعرابی کی حدیث کا ذکر ہے اور تین اماموں کا قول بھی موجود ہے (السلام علیک یا رسول اللہ) کا ثبوت بھی

۔ اماموں کے نام۔ امام قرطبی کے حوالے سے، امام ابن کثیر کا حوالہ، اور امام الشیخ الحازن کا حوالہ دیا گیا ہے۔۔ (شفاء القوائد، صفحات ۱۰ و ۱۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

السنن الکبریٰ للبیہقی میں یہ حدیث بھی درج ہے کہ۔ اس امت کے غریبوں، مسکینوں ناداروں کی وجہ سے اللہ دوسروں کی مدد فرماتا ہے اور رزق عطا کرتا ہے۔ یعنی (غیر اللہ) کی مدد کا حدیث سے حکم۔ کیا یہ سب غریب نادار وغیرہ اس وجہ سے خدا سمجھے جائیں گے؟۔ یا۔ ان کو وجہ مدد سمجھنے سے کوئی (کافر مشرک و بدعتی) ہو جائے گا؟۔ حوالہ۔ السنن الکبریٰ للبیہقی۔ کتاب صلاۃ الاستسقا، باب استحباب الصیام صفحات ۴۸۰ و ۴۸۱۔ جلد ۳ باب ۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ اسی کتاب میں جلد ۳ صفحہ ۴۹۱، احادیث نمبر ۶۴۲۵، ۳۴۲۷ پر باب ۱۶۔ باب الاستسقا بمن ترجی برکتہ دعائہ میں انبیائے کرام و صالحین اور نیک اشخاص کے وسیلے سے بارش مانگنے کی مستند احادیث بیان کی گئی ہیں۔ جس میں سیدنا علیؑ اور سیدنا ابوطالب کے مشہور اشعار جو پہلے بیان ہو چکے بھی ہیں جس میں صحابہ کرام آپ ﷺ کی تعریف و توصیف اور محبت میں کہتے ہیں کہ ان کے سفید مقدس چہرے کی برکت سے بارشوں کی دعائیں مانگی جاتی ہیں اور بارشیں برستی ہیں۔ اس کے بعد سیدنا عمرؓ اور سیدنا عباسؓ کی حدیث۔ وسیلہ بیان کی گئی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ناصر و وسیلہ قرآن کا حکم ربانی ہے بلکہ سنت رسول کے ساتھ ساتھ سنت صحابہ و صالحین بھی ہے۔

سیرت کی کتاب سیرت الوریٰ میں قاضی عبدالداہم داعم نے لکھا ہے:-

۔۔۔۔۔ خوبصورت آواز میں پڑھا گیا یہ دلنواز رجز جان دو عالم ﷺ کے دل کو بہت بھایا اور آپ نے پوچھا (من هذا السائق) (یہ مدی خوان کون ہے؟)۔ صحابہ نے عرض کی۔۔۔۔۔ عامر ہے یا رسول اللہ!۔۔۔۔۔ آپ ﷺ نے بے ساختہ دعا فرمائی (یرحمہ اللہ) یعنی اللہ اس پر رحمت نازل فرمائے۔ غزوات کے موقع پر جب جان دو عالم ﷺ کسی کے لیے رحمت کی دعا کیا کرتے تھے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہادت نصیب فرمائے۔ اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے عرض کی:-۔۔۔۔۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اس دعا سے تو عامر کے لیے شہادت واجب ہو گئی ہے، کاش کہ ہم ابھی اس کے ساتھ مزید کچھ دن گزار سکتے!۔۔۔ مگر زبان نبوت سے فیصلہ صادر ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت عامرؓ اسی غزوہ میں جام شہادت سے سیراب ہو گئے۔ (سید الوریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، باب، صلح تافتح)۔

یعنی پتہ چلا کہ آقائے نامدار غیب ترجمان ﷺ کا یہ بھی ایک طرح سے مدد فرمانا ہے کہ شہادت کے طلبگار صحابہ کو ایسے انداز میں دعا دینا کہ جس سے ان کی مدد ہو جائے یعنی ان کا جذبہ شہادت مقبول ہونا بھی وسیلہ مصطفیٰ ﷺ کی کرنوں کی ایک جھلک ہے۔

تاریخ کی تمام تر کتب اسلامی جیسے تاریخ ابن کثیر، تاریخ دمشق، فتوح الشام وغیرہ سیرت حلبیہ وغیرہ میں یہ مشہور واقعہ درج ہے کہ غزوہ موتہ میں سیف الاسلام حضرت خالد بن ولیدؓ نے منافقین سے جہاد کے دوران نعرہ رسالت یوں لگایا (یا محمد! جسکو اردو میں (یا رسول اللہ، یا پھر، یا رسول

اللہ مدد) کہا جاسکتا ہے۔ اور ابن کثیر کے الفاظ میں (وینادی بشعار المسلمین یا محمد اے) یعنی (مسلمانوں کے طریقے کے مطابق انہوں نے نعرہ لگایا، یا محمد اے)۔ فتوح الشام ہی کے اردو ایڈیشن مکتبہ علیحضرت صفحہ ۳۵۰ پر لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی ٹوپی مبارک میں آقائے دو جہاں ﷺ کے بال مبارک بطور تبرک محفوظ رہتے اور اسکی دعا و توسل کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ فتح نصیب فرماتا۔

تفسیر فتح العزیز معروف بہ تفسیر عزیزی فارسی پارہ عم یعنی ۳۰ واں پارہ سورہ عبس صفحہ ۱۴۳ پر لکھا ہے۔ (ترجمہ اردو از فارسی)۔ پس اس جہان کے اثرات جیسے صدقات، فاتحہ خوانی اور تلاوت قرآن مجید جب اس جسم کے مدفن پر واقع ہوتے ہیں تو آسانی سے نفع دیتے ہیں۔ پس۔۔۔ اسی بنیاد پر دفن شدہ اولیائے اللہ اور دیگر نیک مسلمانوں سے نفع و فائدہ لینے کا سلسلہ جاری ہے اور انکی طرف سے فائدہ دینے اور مدد دینے کا تصور قائم ہے۔ (تفسیر عزیزی فارسی در افغانی دار الکتب، لال کنواں دہلی)۔

دہائیوں کے شیخ الوہابیہ مولانا خٹا اللہ امرتسری غیر مقلد نے اپنی تفسیر ثنائی میں صفحہ ۳۱۲ ماتحت سورہ النسا آیت ۶۴ توسل نبی ﷺ کا اقرار کیا ہے۔ طباعت مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور۔

امام محمد بن یوسف الشہیر بابن ابی حیان الاندلسیؒ نے اپنی مشہور تفسیر البحر المحیط میں اسی سورہ النسا کی آیت ۶۴ کی تفسیر میں توسل کو حکم قرآنی قرار دیا ہے اور ساتھ ہی تفسیر میں اعرابی والی مشہور حدیث کا بیان کیا ہے۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن۔ صفحات ۲۹۵، ۲۹۶۔ اکابرین جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی محدثؒ نے تفسیر عزیزی فارسی سورۃ الفاتحہ صفحہ ۳ پر لکھا ہے جہاں ترجمہ کچھ یوں ہے۔۔۔ آخری دو پاروں کے معنی کی وضاحت کے لیے اکثر مسلمان ۵ نمازوں، جمعہ، انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کی ارواح مقدسہ کی جلوہ گاہوں، صلحاء و عرفا کے مزارات کی زیارت کے مواقع پر انہیں سورتوں کی تلاوت کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور ان کے مضامین کو دریافت کرنے کی تشنگی پاتے ہیں۔

یعنی مزارات صالحین بھی مدد فائدہ دینے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اب دیوبندی کی اپنی مرضی ہے کہ اپنے ہی اکابرین کا انکار کر کے اسماعیل دہلوی کے غلط راستے کو منتخب کریں یا واپس اسلاف کی طرف لوٹ آئیں۔

اسی سورہ نسا کی آیت ۶۴ کی تفسیر میں تفسیر غرائب القرآن از علامہ نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین القمی النیسابوریؒ جلد ۲ صفحہ ۴۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت پر قمر طراز میں کہ یہاں ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بطور تنبیہ ہے کہ سفارش مصطفیٰ ﷺ اور ان کا اسم مبارک کو اللہ نے رفعت دی ہے۔ یعنی توسل کا حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کا توسل پیش کیا جائے۔

کتاب الدعاء میں امام طبرانی نے صفحہ ۳۰۰ پر حدیث عمر و عباسؓ بیان فرمائی ہے باب ۱۶۰ میں جبکہ باب ۱۶۱ پر لکھا ہے کہ نیک اشخاص کو ساتھ لے کر استغاثہ کے لیے نکلنا مستحب عمل ہے اور یہ کہ سیدنا داؤد علیہ السلام بھی نیک اشخاص کے وسیلے سے استغاثہ کی دعا فرمایا کرتے تھے۔ یعنی ثابت ہوا کہ ناصر یہ اسلامی عمل ہے بلکہ تمام تر انبیائے کرام کا بھی یہ عمل معمول رہا ہے اور کسی نے اسکو (فقط غیر اللہ سے مدد، مجہد کفر شرک یا بدعت قرار ہرگز نہیں دیا)۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی پہلے بیان کی جانے والی حدیث جو کہ کتاب المسند الجامع الدارحی جلد ارقم الحدیث ۱۰۰ باب ۵ ادا و بشار الاسلامیہ بیروت لبنان دمشق صفحہ ۱۲۲ کتاب علامات النبوة میں بھی بیان کی گئی ہے۔ پھر اس میں مختلف ابواب استغاثہ کی مناسبت سے قائم کئے گئے ہیں صفحات ۶۰۵ و ۶۰۶ پر اور ابی طالبؓ کے اشعار بھی دیئے ہیں۔

الجوہر المنظم میں امام ھیتمیؒ نے لکھا ہے:-

----- يحصل له الغوث من غيره وان كان اعلی منه، فالتوجه والاستغاثه به ﷺ، وبغيره ليس لهما معنى في قلوب المسلمين غير ذلك ولا يقصد بهما احد منهم سواها، فمن لم ينشرح صدره لذلك فليبك على نفسه نسال الله العافية. والمستغاث به في الحقيقة هو الله، والنبی ﷺ واسطة بينه وبين المستغيث، فهو سبحانه مستغاث به، والغوث منه خلقا وایجادا، والنبی مستغاث والغوث منه سببا وكسبا ومستغاث به ولا يعارض ذلك-----

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ کے سوا انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دلوں میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے، نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔ حقیقتہً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی ﷺ اس کے اور فریادی کے بیچ میں واسطہ اور وسیلہ ہیں تو اللہ کے حضور فریاد ہے اور اسکی فریادری یوں ہے کہ مراد مطلق و ایجاد کرے اور نبی ﷺ کی فریادری یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اسکی حاجت روائی ہو۔

یعنی امام الحدیث ابن حجرؒ کا عقیدہ اہلسنت یہی ہے جو کہ ہم صوفیا کا ہے کہ (استعانت) یعنی فریاد، یعنی غیر اللہ سے مدد جسکو کچھ جاہلوں نے نام دے رکھا ہے۔ وغیر اللہ کی مدد نہیں بلکہ عین اسلام ہے اور اسی باب کے شروع میں آپ نے ابن تیمیہ کے تمام غلط اور کم علم دلائل کا بھی مکمل رد پیش کیا ہے۔ از جوہر المنظم۔ صفحہ ۱۵۱ طبع قدیم۔

علامہ قرطبیؒ عقیدہ توسل بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تک رسائی کے لیے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا (سفرارش کروانا) اسلامی تعلیمات ہیں۔ از کتاب التذکرۃ بأحوال الموتی و امور الآخرة۔ امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری اللاندی القرطبی۔ ۱۰۔ ۲۰۹ مکتبہ دار المنہاج للنشر و توزیع الرياض۔

دیوبند کے پسندیدہ امام علامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری نے بھی بحق التقول فی مسألة التوسل صفحہ ۶ پر اس کو بیان کیا ہے کہ ابی بکر المروزی نے مناسک الامام احمد میں بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کا توسل بارگاہ الہیہ میں موجود ہے اور حنابلہ کے نزدیک یہ بالکل جائز ہے۔ اور امام شافعیؒ کا ابو حنیفہؒ سے توسل کرنا (یعنی مدد مانگنا) جسکا ذکر السیف الصقیل میں بھی موجود ہے تاریخ الخطیب میں بند صحیح روایت ہو چکا ہے۔ یہی عقیدہ حافظ عبد الغنی المقدسی الحنبلی کا بھی ہے جنہوں نے الحکایات المنشورۃ میں حافظ الضیاء المقدسی سے بھی سماعت کیا ہے جس میں شیوخ کا ذکر مذکور ہے۔ (المکتبۃ الازہریۃ للتراث مصر)۔

سلفیوں کے مولانا محمد عبد اللہ طارق کی کتاب نماز استسقا (بارش کے لیے خاص نماز) کے صفحہ ۱۶ پر (یا محمد اے) کے ثبوت کے ساتھ توسل کے لیے نبی ﷺ سے سفرارش والی حدیث کا ذکر کیا ہے اور اسکی تصدیق کی ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے:۔ (دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں جو روزی ملتی ہے اور (مختلف مشکلات میں) تمہاری مدد ہوتی ہے وہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

شفاعت اور توسل پر ایمان و اعتقاد کا اظہار حاشیۃ القونوی۔ از عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی علیہ تفسیر الامام بیضاوی و مع حاشیۃ ابن التہجد صفحہ ۲۱۳ جلد ۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت میں بھی درج ہے۔ اسی صفحہ پر ابوطالب کے اشعار والی حدیث بھی موجود ہے۔ وہابیوں کی ہی چھاپی تفسیر القرآن العظیم للامام حافظ عماد الدین ابی الفدا اسماعیل بن کثیر الدمشقی۔ زیر تحت آیت سورۃ النساء ۶۴ بیان کی کہ آپ ﷺ کا وسیلہ اور شفاعت چاہنا حکم قرآنی ہے اور اسی مقام پر تفسیر میں اعرابی کی حدیث کا بھی ذکر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۲ موسستہ القرطبة۔ مکتبۃ اولاد الشیخ للتراث۔ جیزۃ۔ صفحہ ۱۲۰)۔

تحفة الزوار۔ قبر النبی المختار۔ حافظ ابن حجر الہیثمی "باب الثالث کا ٹائٹل ہی ان کا وسیلے پر عقیدہ بیان کر دیتا ہے کہ فی توسل الزائر و تشفعہ بالنبی ﷺ فی جمیع الہوال الی ربہ سبحانہ و تعالیٰ۔ تحقیق السید ابو عمر۔

امام طبرانی کی ہی کتاب الدعاء کے باب ۳۳۴ صفحہ ۶۰۷ پر صاحبین اور مقدس مطہر البیوت واصحاب رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ (مدد) مانگنی عین سنت سلف و صحابہ قرار دیا گیا ہے۔ (دار الکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن)۔

توسل غیر اللہ کی مدد اور کفر شرک بدعت نہیں بلکہ عین حکم اسلام ہے اور دو معنوں میں ہے۔ ایک جو قرآن میں ذکر ہوا اس سے مراد وسیلہ غاص یعنی منزلة فی الجنة ہے۔ (یعنی قیامت میں شفاعت فرمانا) اور دوسرا عمومی معنی ہے۔ یعنی نبی ﷺ کی مدد سے اللہ کی طرف اپنی حاجتوں میں حاجت روائی چاہنا۔ اور یہ اللہ کی ان سے محبت کی وجہ سے ہے۔ (حوالہ)۔ الصلوات والبشیر فی الصلاة علی خیر البشر۔ امام الشیخ فیروز آبادی (صاحب قاموس) ۸۱۷ھ۔ دارالباز للنشر وتوزیع مکتہ المکرّمہ۔ صفحہ ۹۱۔

اسما النبی میں دیوبند کے مولانا امداد اللہ انور نے صفحہ ۸۶ و ۸۷ پر نبی کریم کے اسمائے مبارکہ میں لکھا ہے (الوالی۔ یعنی مددگار)۔ (الوسيلة) (ولی الفضل) اور (الولی الناصر)۔ طباعت از۔ دارالمعارف ملتان۔

حدیث عثمان بن حنیف شرح السندی علی سنن ابن ماجہ۔ بحاشیۃ تعلیقات مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ للامام البوصیری۔ دارالمعرفة بیروت۔ المعجم۔ اقامة الصلاة۔ تحفة الصلاة ک ۳ ب ۲۲۹، ۲۲۸۔ صفحات ۱۵۶ و ۱۵۷۔ رقم الحدیث ۱۳۸۵، جلد ۲۔ اور یسر الناظرین شرح روضة النسیرین فی احکام و فضائل الصلاة علی النبی الامین از علامہ شیخ سیدی عبداللہ بن الحاج ابراہیم العلوی الشنقیطیؒ نے (یاسیدی یا رسول اللہ خذ بیدی) کہہ کر توسل کا اقرار فرمایا۔ صفحہ ۷۶۔

الحاوی الکبیر کے صفحہ ۴۱۳ و ۴۱۵ پر سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار بھی مروی ہیں جس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ یعنی ابوطالب والے مشہور اشعار میں سے دو کا تذکرہ موجود ہے اور اس پر آخر میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ درج ہیں۔۔۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان یکن شاعرة یحسبن فقد احسنت۔ یعنی آپ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اشعار پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اسی کے دوسرے پیرایہ میں توسل پر ہی امام صاحب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تذکرہ بھی فرمایا ہے اور اسی کا ذکر ساقی الحرمین سیدنا حسان بن ثابت نے بھی اپنے اشعار میں تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی حدیث کی فصل میں اور مسئلۃ کے سیکشن میں سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ انہوں نے کہا۔ معذور یعنی کمزور و ضعیف افراد استسقاء کی قبولیت کے لیے دعا گو ہوتے ہیں۔ اور امام ماوردی کے الفاظ میں انکا توسل استسقاء کی قبولیت کی وجہ ہے۔

بچانے والا ہوں (یعنی مدد ہوئی کہ نہ ہوئی؟ مترجم)۔۔۔۔۔ پھر لکھا ہے۔۔۔۔۔ اور یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ہر وقت اور ہر لحظہ میں ہے۔۔۔ (یعنی آپ سے امت کے احوال ہر وقت ہر لحظہ موجود ہیں مخفی نہیں)۔۔۔۔۔ پھر لکھا ہے۔۔۔۔۔ یعنی نبی علیہ السلام سے توسل کرنے میں آپ کے جاہ کے وسیلہ سے حاجتیں مانگنے میں اور جس شخص کے لیے بذاتِ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدور نہ ہو اسے چاہیے کہ ہر وقت اپنے دل میں زیارت کی نیت کر لے اور یہ سمجھے کہ میں نبی کریم علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوں اور نبی علیہ السلام کو بارگاہِ الہی میں شفیع لایا ہوں جس نے آپ کو بھیج کر مجھ پر بڑا احسان کیا۔۔۔۔۔ اسی کتاب المدخل کے صفحہ ۲۱۵ اور ۲۱۶ پر سورہ النساء کی ۶۴ ویں آیت بھی دی گئی ہے بطور دلیل قرآنی اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دور یا نزدیک، موت و حیات سے کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ امت کے احوال پر باخبر اور گواہ ہیں، انبیائے کرام تک نے آپ سے مدد لی یعنی آپ کا توسل پیش کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ آپ کی ہی ذاتِ بابرکات تھی۔

آپ نے دیکھا کہ قرآن، سنت رسول علیہ السلام، صحابہ کا عمل اور سلف کا ایمان کیا ہے تو سل پر؟ کسی نے اسکو (غیر اللہ کی مدد) (کفر) (شرک) یا (بدعت) قرار نہیں دیا نہ ہی لوگوں کو یہ کہا کہ تم (صرف اللہ سے مدد کیوں نہیں مانگتے)۔

شفاعت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں اور ایک شفاعت صغریٰ، شفاعت کبریٰ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بوقت قیامت روزِ محشر میں شفاعت کو کہتے ہیں جب کہ شفاعت صغریٰ عمومی ہے یعنی اس میں قیامت کے دن کی قید نہیں ہے۔ ناصرف یہ بلکہ کتاب المصنف لابن ابی شیبہ، از الامام الحافظ ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم ابی سبیبہ العبسی (۱۵۹ تا ۵۲۵) جلد ۱۳ صفحہ ۳۶۲ ناشر الفاروق الحدیث للطاعة والنشر ریاض، کتاب الفتن میں یہ بھی لکھا ہے کہ نہ صرف نبی کریم علیہ السلام بلکہ انکی شفاعت کے بعد ملائکہ، دیگر انبیائے کرام علیہم السلام، شہداء، صالح بندگان، مومن لوگ بھی دیگر لوگوں کی شفاعت کریں گے من جانب اللہ۔ اور اللہ فرمائے گا (انا ارحم الراحمین، یعنی میں ارحم الراحمین ہوں رحم فرمانے والوں سے زیادہ رحیم)۔ اور فرمائے گا کہ اکثر خلق جہنم کے عذاب سے میری رحمت کی وجہ سے بچ جائیں گے۔۔۔۔۔ یعنی دوسرے الفاظ میں اللہ رب العزت کی عطا سے پہلی شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگی کہ آپ شفاعت فرمائے اور میں قبول کروں گا اور پھر ملائکہ و دیگر جیسا کہ بیان ہوا۔

الدرر السنية میں امام الحرمین حضرت شیخ زینی بن دحلان مکی الشافعی جو کہ حرم شریف میں آل سعود کے اقتدار سے پہلے مذہب شافعیہ کے سب سے بڑے امام سمجھے جاتے ہیں انکی اس تصنیف الطیف کے صفحہ ۲۷ پر التوسل الی حقیقته التوسل صفحہ ۳۰۰ پر لکھا ہے

میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ (عزوجل) کے۔ آپ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے مقدم اور اعتبار والے ہیں ہر اس

چیز پر جو کہ ہماری حوصلوں سے پوشیدہ ہے۔ (یعنی غیب پر)۔ اور انبیائے کرام کے مابین آپ سب سے قریبی ذریعہ ہیں اللہ تک رسائی کا۔ اے عزت والے اور محترم (شخص) کے بیٹے! آپ نے ہمیں احکام پہنچائے جو کچھ آپ کو عطا ہوئے، اے سب سے زیادہ حق گو پیغمبر! اگرچہ آپ کے احکامات کی تکمیل (کرتے کرتے) سر کے بال سفید ہو چکے، دعا ہے کہ آپ میرا وسیلہ بنیں روزِ محشر، جبکہ جس دن ہر توسل کرنے والے کا توسل سوا بنِ قمر کے لیے لاف حاصل ہوگا، حتیٰ کہ کھجوروں کی پتیوں کے قدر بھی۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنی سلف کا طریقہ تھا ہے اور رہے گا، اس دن جب کسی کی سفارش معتبر نہیں سمجھی جائے گی تب صرف اور فقط نبی علیہ السلام کا توسل ہی کام آئے گا اور اسی کی دعا مانگی گئی ہے۔

حصن حصین شریف میں صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے۔ (وان يتوسل الى الله تعالى بانبیائه، والصالحين من عباده)۔ یعنی اللہ کی طرف انبیائے کرام و صالحین امت کا وسیلہ پیش کیا جائے۔

(الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فی الاذکار والادعیۃ للنبوۃ، الامام ابی الخیر محمد بن محمد بن محمد ابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صفحہ ۲۵ سطر ۳، المکتبۃ العصریۃ بیروت)۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ والی حدیث کا ایک اور حوالہ (باب الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ وعامہا، حدیث ۱، جلد ۱، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف، از الامام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی البنذری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۴۷ و ۴۸، ۴۹، ۵۰، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع بیروت) اسی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۸۴ باب آداب الدعائیں بھی توسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے۔

کتاب الارشاد فی معرفۃ علما الحدیث (من تجزئۃ السلفی)، للحافظ ابی یعلیٰ الخلیل بن عبداللہ بن احمد بن الخلیل الخلیلی القزوی بنی تحقیق الدکتور محمد سعید بن عمر ادیس مکتبۃ الرشدریاض سعودیہ کے صفحہ ۳۱۳ پر ذکر مالک الدار مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۱۵۲) میں اور صفحہ ۳۱۴ پر قحط والی حدیث اور آدمی کا نبی علیہ السلام کی قبر مبارکہ پر حاضری دے کر آپ سے مخاطب ہو کر یہ کہنا (فقال! یا نبی اللہ استسق اللہ لامتنا) یعنی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی دعا فرمائے امت تباہ ہو رہی ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں تشریف لا کر عمر رضی اللہ عنہ کو سلام بھیجنا اور بارش کی نوید دینے والی حدیث کا ذکر ہے۔ اور اسی کے نیچے سلفیوں کے اپنے محقق کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث بھی توسل کی دلیل اور مستند حوالوں سے حدیث صحیح قرار دی گئی ہے۔

مزید حوالہ جات اسی حدیث کے یہ رہے:-

ابن ابی شیبۃ المصنف، ج ۱۲، ص ۱۲ و ۲۲/ التاريخ الكبير وبخاری ج ۷ ص ۲۰۴ مختصراً/ بیہقی کی دلائل النبوة ج ۷ ص ۳۷، سب نے طریق ابی معاویۃ محمد بن خازم الضریر عن الاعمش سے اسی سند سے روایت کیا ہے۔ اور امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں ج ۲ ص ۹۲ تا ۹۴ پر طوالت سے حدیث کا ذکر کیا کچھ مزید حوالوں کے ساتھ۔ اور پہلے طرق سے ہی ابن کثیر نے البدایۃ والنبایۃ ج ۷ ص ۹۱ (حوادث سنۃ ۱۸) پر، حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۵ پر حدیث ذکر کر کے فرمایا (رواہ ابن ابی شیبۃ باسناد صحیح) یعنی ابن ابی شیبۃ کی سند سے صحیح روایت ہے یہ۔ اور یہی حدیث العصامی نے السبط ج ۲ ص ۳۸۲ اور الامام بغوی نے الفضائل، اور امام متقی الہندی نے اپنی کنز العمال شریف ج ۸ ص ۴۲۱ اور امام بیہقی نے اپنی دلائل میں ذکر فرمایا ہے۔ اسکے علاوہ وہابیوں کے ناصر الدین الالبانی نے اپنی التوسل انواعہ واحاکم، مکتبۃ المعارف للنشر وتوزیع ریاض صفحہ ۸ پر حدیث ضریر کی تصدیق کی ہے اور صفحہ ۶۹ پر اسکی جرح وتعدیل میں لکھا ہے:-

هو الذي بروى عن عمار بن خزيمة ويروى عن شعبة، كما في اسناداهنا، وهو صدوق، وعلى هذا فالاسناد جيد لا شبهة فيه۔۔۔ یعنی عمار بن خزيمة سے جو روایت کی گئی ہے جنہوں نے شعبۃ سے روایت کیا اسکی اسناد کے تمام روایان صدوق وثقة (یعنی مستند ہیں) اور ان اسناد سے بیان کی گئی روایت میں کوئی شبہ یا بہام نہیں۔

نیز منہج ۱۳۸۰، ۴، جو کہ ترمذی کی روایت ہے (۲۸۱، ۴ و ۲۸۴) بشرح التحفة۔ اور ابن ماجہ شریف ۴۱۸، ج ۱۔ طبرانی کی الکبیر ۲، ۲، ۳، اور حاکم نے ۳۱۳ پر طریق عثمان بن عمر سے روایت کی۔ شعبۃ نے (عن ابی جعفر المذنی) روایت کی اور کہا: سمعت عمار بن خزيمة يحدث عن عثمان به، اور قال الترمذی یعنی امام ترمذی نے فرمایا (حسن صحیح غریب) یعنی اس حدیث کا درجہ حسن صحیح غریب ہے، اور ابن ماجہ نے جو عقبہ سے روایت کیا، قال ابوالفتح، ابوالفتح نے فرمایا: حدیث صحیح، ایسے ہی امام احمد نے جو روایت کیا ہے اسکی بھی سند صحیح الاسناد بیان کی ہے

المعجم الكبير للحافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ جلد ۲۳ مکتبۃ ابن تیمیۃ قاہرہ حدیث نمبر ۱۰۵۲ پر مسمونہ بنت الحارث سے صفحہ ۴۳۳ و ۴۴۳ پر وہ مشہور حدیث بیان کی گئی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی مدد کے لئے دور سے پکارتا ہے اور آپ ۳ بار لبیک کہتے ہیں، یہ ایک طویل حدیث ہے حکایان پہلے گزر چکا ہے۔

صلاة حاجت، باب ۵ کتاب النوافل۔ ۹ باب الترغیب فی صلاة الحاجة ودعائها ج ۱۰۹ تا ۱۰۱۲ پر عثمان بن حنیف رضی

اللہ عنہ والی حدیث کا ذکر ہے جس کے آخر میں امام طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے۔ (قال الطبرانی بعد ذکر طرقہ: والحديث الصحيح) یعنی امام طبرانی نے طرق بیان کرنے کے بعد فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ صفحہ ۱۲۹۔ الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف للامام المنذری۔ طباعت دار الکتاب العربی بیروت۔

ازہار الریاض فی اخبار عیاض۔ تالیف امام شہاب الدین احمد بن محمد مقرئ التلمسانی جلد ۴، طبع اشرف اللجنة المشتركة للنشر التراث الاسلامی دولة الامارات العربیة المتحدة و مملكة المغربیة صفحہ ۲۵ پر تو سل کیا ہے اور لکھا ہے (والتوسل هناك الى كرمه بكرمك) نیز یارسول اللہ کہہ کر آپ علیہ السلام سے تو سل اور حاجت روائی ان الفاظ میں کی گئی ہے صفحہ ۲۷

یارسول اللہ۔۔ بار جائك وتتصرج (۱۲۰) الى قبولك وجائك فاتوسل بك۔ یارسول اللہ۔ الى مصطفىك بالرسالة والوسيلة، ومختصك بالدرجة الرفیعة والفضیلة (۱۲۱)۔ ایسے ہی صفحہ ۲۹ پر عبد اللہ بن عبد الحق الصیر فی ذکر سے تو سل کا بیان ہے اور صفحہ ۳۰ پر اشعار بھی دیئے گئے ہیں جو کہ نبی کریم علیہ السلام سے مدد یعنی تو سل پر ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی قبر انور بارشوں کے برسنے کا ذریعہ وجہ اور وسیلہ ہے نیز صفحہ ۳۱ پر نبی کریم علیہ السلام کے اللہ کی عطا سے محتار کل ہونے کا بھی ثبوت موجود ہے۔ ایسے ہی صفحہ ۳۲ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (یا خیر الانام تحیة) کہہ کر (یا) لفظ کے ساتھ دوبارہ ندا بھی دی گئی ہے۔

سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ والی مشہور حدیث، اسکی تخریج اور اس کی تفصیل و سلف سے تصدیق امام بیہقی کی دلائل النبوة صفحات ۱۶۷ و ۱۶۸ طباعت دار الکتب العلمیۃ بیروت و دار الریان للتراث بیروت پر بھی موجود ہے۔

غوث ربانی مرشدی سیدی شیخ عبدالقادر الجیلانی کی شہرہ آفاق کتاب الغنیۃ لطالبی طریق الحق فی الاخلاق والتصوف والآداب الاسلامیۃ جز ۲ صفحہ ۱۲۸ پر سند حسن کے ساتھ سیدنا عمر و عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حدیث تو سل کا ذکر موجود ہے۔ مطبوعہ دار الالباب دمشق حلبوتی۔

یا محمد کہہ کر (یا خیر الوری کہہ) کر نعتیہ انداز میں آپ سے استعانت کا ذکر مخطوطۃ الامام ابن حجة الحبوی کی خزائن الادب وغایۃ الارباب بحوالہ مشیگن یونیورسٹی شعبہ مخطوطات اسلامی میں بھی موجود ہے جس کا عکس محفوظ ہے۔

اعرابی والی مشہور حدیث کا ذکر مذہب حنبلیہ کی مشہور کتاب المغنی جو کہ موفق الدین ابی محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامة المقدسی الحنبلی کی ہے

نے (الشعب) میں طبرانی نے اپنی الکبیر اور الاوسط والصغیر میں ذکر کیا ہے اور خرائطی نے بھی اسی حدیث کو بیان کیا ہے۔

نیک لوگوں اور انبیائے کرام صالحین کے توسل سے بارشوں یعنی استسقا کی بابت ذکر خفیوں کے ایک عظیم امام العلامة احمد بن محمد بن اسماعیل الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیۃ الطحاوی ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت صفحہ ۳۶۱ باب الاستسقا جلد ۱ پر بھی بیان کی ہے۔

اعرابی والی ہی حدیث کا ذکر حدائق الانوار ومطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار میں وجیہ الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد المشهور بابن الدبیج الشیبانی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلد ۱ طباعت المکتبۃ البکیۃ السعودیۃ صفحات ۹۳۳ ۹۳۴ پر بھی بیان فرمایا اور یہ لکھا ہے کہ نبی کریم کی قبر انور پر جب اعرابی نے توسل کیا تو خواب میں اسکی قبولیت کا پھل بھی پایا اور اسکی مغفرت ہو گئی۔

سیدنا عثمان بن حنیف والی حدیث جو کہ متعدد طرق سے پہلے بیان کی جا چکی ہے اور حسن حصین شریف کے حوالے میں بھی مندرج کی گئی ہے اسی حدیث کو بیان کرنے کے بعد امام محمد بن الجزری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام خفاجی کی تفسیر الریاض شرح شفا قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ:۔۔

کان ابن حُنیف وبنوہ یعلمونہ الناس وقد حکى فیہ حکایات فیہا اجابہ دعاء من دعا بہ من غیر تأخر۔
ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور انکی اولاد لوگوں کو یہ دعائیں سکھایا کرتے تھے اور اسکے متعلق بہت سی حکایات بیان کی گئی ہیں جن میں اس دعا کے ساتھ دعائیں ملنے والوں کی حاجات فوری طور پر پورا ہونے کا ذکر ہے۔

یعنی ثابت ہوا کہ ہمارے دور کے منکرین جو اس حدیث کا یہ کہہ کر انکار کرنے کی ناکام سعی کرتے ہیں کہ یہ حدیث فقط رسول اللہ علیہ السلام کی حیات تک قابل عمل ہے وہ دراصل دو قسم کے انکار کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و وفات دونوں ایک جیسی ہیں وہ بے شک و شبہ زندہ ہیں لہذا یہ کہنا کہ انکی صرف حیات میں اس دعا یا مدد یا استعانت کی اجازت ہے دراصل دوسرے الفاظ میں ان کی حیات جاویداں کا انکار ہے جو کفر پر منتج ہوتا ہے کیونکہ یہ قرآنی حکم اور حدیث کی تعلیم سے انکار کھلائے گا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ انکی حیات کے ساتھ اسکو متصل کرنا ان کی جہالت ہے اور یہاں اس جہالت کو سلف الصالحین کے ان کلمات نے نہ صرف رد کر دیا ہے بلکہ واضح ثابت ہو گیا ہے کہ نہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ علیہ السلام کی سنت پر ساری زندگی عمل کیا آپ کا واسطہ وسیلہ اور مدد اپنی حاجات میں استعمال کرتے رہے بلکہ صحابہ کے عمل اور پھر خیر القرون یعنی تابعین اور تبع تابعین کے عمل سے بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اور انکی اولادوں نے لوگوں کو بھی

تعلیم دی۔ تو اگر یہ حدیث فقہ سید کائنات کی زندگی سے متصل ہوتی تو تابعین اور صحابہ کی اولاد مبارکہ ان کی تعلیم لوگوں کو نہ دیتی۔ لہذا اس جہالت کا مختصر جواب بھی سلف سے ثابت ہو گیا، اب اگر اتنے سب کے بعد بھی کوئی (یا رسول اللہ مدد) سے چڑتا ہے تو اسکو اپنی آخرت اور قبر کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ وہ ڈائریکٹ اللہ کے حکم، نبی علیہ السلام کی تعلیم اور صحابہ و سلف کے عمل کا منکر کہلائے گا۔ (مکمل حوالہ: حصن الحصین شریف ص ۱۹۴، باب دعائے حاجت، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔ صفحہ ۸۴ و ۸۵ جلد ۴ نسیم ریاض شرح شفا القاضی عیاض۔ از امام شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الحنفی المصری الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

حدیث علیؑ یعنی اشعار ابوطالب کا ذکر امام ذہبی کی تاریخ الاسلام ج ۲ صفحہ ۵۳ باب السیرۃ النبویۃ۔ الناشر۔ دارالکتب العربی بیروت پر بھی درج ہے۔

مفتی فاضل علامہ ابو الفضل عبد اللہ محمد الصدیق الغماری دامت برکاتہم نے حدیث توسل الضریر (یعنی عثمان بن عفیف رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ نابینا صحابی والی حدیث) پر ایک مقالہ (غایۃ التحریر فی بیان صحیح حدیث توسل الضریر) تحریر فرمایا۔ انہوں نے اس میں اس حدیث کی متعدد طرق اور روایان پر سلف کا بیان اور جرح و تعدیل پیش کی ہے جس میں سے کچھ اہم پوائنٹس یہاں لکھے جا رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

یہ حدیث جن متعدد وجوہ سے توسل کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ انہیں احسن طریقہ سے دواضح کیا ہے۔ دراصل اس بحث کا باعث تحریر یہ ہوا کہ میں نے حدیث مذکور کے منکرین (جو وہابیہ کے نام سے موسوم ہیں) کو دیکھا جو بغیر علم و ثبوت کے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ وہ اتنے خبیث واقع ہوئے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دیدہ دلیری سے کام لینے لگے انہیں اپنے انجام بد کا بھی ڈر نہیں رہا حالانکہ اللہ کے رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا ہے (جسے میری حدیث پہنچی اور اس نے اسے ٹھکرا دیا تو اس نے تین چیزوں کا انکار کیا۔ ایک اللہ رب العزت کا۔ دوم اللہ کے رسول علیہ السلام کا۔ اور تیسرا اس حکم کا جو اسے حدیث کے ذریعے دیا گیا)۔ اسے طبرانی نے (الوسط) میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں محفوظ بن میسر ہے جسے ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے ان کے بارے میں جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا اور جس نے بغیر عذر مقبول کے صحیح حدیث کو رد کیا محدثین کہتے ہیں وہ فاسق ہے۔ لیکن وہابیہ کا تو مذہب ہی عجیب ہے۔ ان کی خواہشات کے مطابق کوئی حدیث آجائے تو ضعیف ہی کیوں نہ ہو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور اسی قوی بنانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جب کوئی حدیث ان کی رائے سے ٹکراتی ہو اسکا انکار کر دیتے ہیں۔ اور اسے ضعیف قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ اور اسکی تقویت کے تمام دلائل کو رد کر دیتے ہیں اور عناداً اس سے خلاصی پر اصرار کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے (حدیث ضریر) میں کیا، انہوں نے اسکی سند میں کوئی کمزوری نہیں پائی مگر (ابو جعفر) کے بارے میں امام ترمذی کی یہ بات کہ وہ غیر خطی

ہے اسے انہوں نے قابو کر لیا اور اسی پر جم گئے۔ تاکہ اسے کمزور قرار دے کر اسے رد کر دیں۔ لیکن انہوں نے امام ابن ابی غیثمہ، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی کی بات کی پرواہ نہ کی کہ ابو جعفر خطمی ہی ہے۔ اور نہ انہوں نے ابن تیمیہ کی طرف دیکھا جنہوں نے ان حفاظ حدیث کی تصدیق کی اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور خصوصاً امام منذری، ابن تیمیہ، امام ذہبی، علامہ بیہقی اور امام سخاوی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہ قبول حق سے تکبر و عناد کے سوا اور کچھ نہیں، جس پر رسول کریم علیہ السلام کا ارشاد صادق آتا ہے۔ جب آپ علیہ السلام سے اس تکبر کے بارے میں پوچھا گیا جو معبر کو دخول جنت سے روک دے گا تو آپ نے فرمایا (الکبر بظرف الحق و غمط الناس) (تکبر حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے)۔ ہم اللہ رب العزت سے اپنے لینے اور ان کے لینے ہدایت اور توفیق کی دعا کرتے ہیں۔ (کلام ابوالفضل الغماری)۔

حدیث کی تخریج اور اسناد کا بیان۔

امام ترمذی نے جامع کے ابواب الدعاء میں کہا کہ ہمیں محمود بن غیلان نے، انہیں عثمان بن عمر نے حدیث سنائی، اور انہیں شعبہ نے ابو جعفر سے اور انہیں عمارہ بن خزیمہ بن ثابت نے عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ ایک نابینا آدمی بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ آپ اللہ رب العزت سے دعا مانگیں وہ مجھے عافیت عطا فرمائے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا صبر کرو تمہارے لینے بہتر ہے وگرنہ تمہاری خواہش کے مطابق دعا کر دوں، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ السلام! دعا فرمادیں، تو آپ علیہ السلام نے انہیں حکم دیا جاؤ پہلے بہتر انداز سے وضو کرو پھر یہ دعا پڑھو اے اللہ میں تجھ سے عرض کرتا ہوں، اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں یہ حاجت لیکر حاضر ہوتا ہوں کہ وہ حاجت پوری فرمادی جائے۔ اے اللہ میرے بارے میں آپ کی شفاعت قبول فرمادعا کے الفاظ یہ ہیں۔

اللهم انی استألتک واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی ہذا لتقضی لی
اللهم فشفعه فی۔

امام ترمذی نے فرمایا: اس سند سے یہ حدیث صحیح حسن غریب ہے۔ یہ حدیث ابو جعفر کے واسطہ سے ہے اور وہ غیر خطمی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ شاید لفظ غیر کا اضافہ بعض ناقلین کی تحریف لگتی ہے وگرنہ ابو جعفر تو خطمی ہی ہیں۔ جیسا کہ ابن ابی حنیثمہ اور طبرانی وغیرہ نے اسکی تصریح کی ہے اور اللہ کی توفیق سے آگے ان کی گفتگو بیان کی جائے گی۔

ابن تیمیہ نے کہا ترمذی میں تو ایسے واقع ہوا ہے مگر باقی تمام محدثین کہتے ہیں کہ وہ ابو جعفر خطمی ہی ہیں اور یہی صحیح ہے۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ امام ترمذی اور ان کے ہمنواؤں نے حدیث کے پورے الفاظ ذکر نہیں کئے جیسا کہ باقی علمائے حدیث نے کئے ہیں بلکہ انہوں نے تو صرف (اللھم فشفعه فی) تک روایت کیا ہے لیکن امام نسائی نے اسے (عمل الیوم واللیلۃ) میں محمود بن غیلان عن عثمان بن عمر کی روایت سے اسی سند مذکور سے روایت کیا ہے اور امام نسائی نے اسے ایک اور واسطہ سے بھی روایت کیا ہے اور وہ (عن محمد بن معمر عن حبان عن حماد بن سلیمہ عن ابی جعفر عن عمارہ بن خزیمہ بن ثابت عن عثمان بن حنیف) ہے اور انہوں نے اسے (عن زکریا بن یحییٰ عن ابن مثنیٰ عن معاذ بن بشام عن ابیہ عن ابی جعفر ابی امامہ عن سہل بن حنیف عن عمہ عثمان بن حنیف) سے بھی روایت کیا ہے۔

اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں (باب ما جاء فی صلاۃ الحاجۃ) کے ضمن میں فرمایا ہے کہ ہمیں احمد بن منصور بن سیر نے حدیث بیان کی انہیں عثمان بن عمر اور انہیں شعبہ نے ابو جعفر مدنی سے اور وہ عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے اور وہ عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی نے۔۔۔۔۔۔۔۔ (باقی حدیث جیسی اوپر بیان ہو چکی)۔

امام ابوالنخعی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ابن سنی نے (عمل الیوم واللیلۃ) کے تحت باب ما یقول لمن ذہب بصرہ کے ضمن میں فرمایا ہے کہ مجھے ابو عروہ نے بتایا ہے کہ ہمیں عباس بن فرج ریاشی اور حسین بن یحییٰ ثوری نے حدیث بیان کی ہے وہ کہتے ہیں ہمیں ابو جعفر مدنی سے جو خطمی ہیں سے روایت کیا اور وہ ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے اور وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ السلام سے سنا اس حال میں کہ ان کی خدمت میں ایک نابینا آدمی بینائی کے چلے جانے کی شکایت لیکر حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا (اور پھر باقی حدیث)۔۔۔۔۔۔۔۔ اس حدیث کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ ہے (یا محمد انی اتوجه بک الی ربی عزوجل فیجلی عن بصری اللھم شفعه فی وشفعنی فی نفسی)۔ (یعنی اے اللہ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی علیہ السلام کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ اے نبی رحمت اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔۔۔۔۔ عثمان کہتے ہیں) ابھی تک ہم وہیں تھے اور نہ اتنی لمبی گفتگو ہوئی تھی کہ وہی شخص اس حال میں داخل ہوا کہ اسے آج تک آنکھوں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔

امام احمد نے اپنی مسند میں کہا ہے کہ ہمیں روح بن عبادہ بن عبادہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہمیں شعبہ نے ابو جعفر مدنی سے روایت کیا انہوں نے کہا میں نے عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے سنا جو عثمان بن حنیف سے حدیث روایت کر رہے تھے۔ کہ یہ بھی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حاکم نے (المستدرک علی الصحیحین) میں کہا ہے کہ ہمیں عباس بن محمد دوری نے حدیث سنائی اور ان کو عثمان بن عمر نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعبہ نے ابو جعفر مدنی سے روایت کیا کہ میں عمارہ بن خزیمہ کو عثمان بن حنیف سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔۔۔ (اور پھر حسب سابق یہی حدیث بیان کی) حاکم نے کہا ہے یہ حدیث شیخین کی شرط پہ صحیح ہے۔ لیکن انہوں نے اسے نقل نہیں کیا اسے حافظ ذہبی نے بھی تسلیم

کیا ہے۔

اس حدیث کو عون بن عمارہ نے عمارہ بصری اور شیب بن سعید جعفی کے واسطے سے بھی روایت کیا ہے اور وہ دونوں روح بن قاسم سے روایت کرتے ہیں اور ابو جعفر مدنی جو خطمی ہیں سے روایت کرتے ہیں اور ابو امامہ سہل بن حنیف اور وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں (پھر یہی حدیث بیان ہوئی)۔۔۔ پھر امام حاکم نے کہا کہ امام بخاری کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور اسے امام ذہبی نے بھی تسلیم کیا اور ابن ابی حنیئمہ نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ ہمیں ابراہیم نے بتایا اور انہیں حماد بن سلمہ نے بتایا اور انہیں ابو جعفر خطمی نے عمارہ بن خزیمہ سے خبر دی تو انہوں نے عثمان بن حنیف سے روایت کیا۔۔۔۔۔ پھر وہی حدیث ان الفاظ کے اضافے کے ساتھ بیان کی ہے کہ (اللھم فشفعنی فی نفسی وشفع نبی فی رد بصری وان كانت حاجة فافعل مثل ذلك) دعا کے الفاظ پہلے بھی ذکر ہو چکے ہیں البتہ ان میں آخری جملہ کا اضافہ ہے کہ جب بھی کبھی ضرورت پیش آجائے ایسا کر لیا کرو تو صحابی کہتے ہیں کہ اس نے ایسا کیا تو اللہ رب العزت نے اسکی نظر واپس کر دی۔ ابن ابی خیشمہ کہتے ہیں کہ ابو جعفر وہی ہیں۔ جن سے حماد بن سلمہ نے روایت کیا اور ان کا اصلی نام عمیر بن یزید ہے۔ اور وہ وہی ابو جعفر ہیں جن سے شعبہ نے روایت کیا پھر انہوں نے اس حدیث کو عثمان بن عمر عن شعبہ عن ابی جعفر کے واسطے سے بھی روایت کیا۔

اور جیسا کہ پہلے دلائل النبوة امام بیہقی کے حوالے بیان ہو چکے ہیں وہ فرماتے ہیں اور ہمیں ابو عبد اللہ الحافظ نے خبر دی ابو محمد عبد العزیز بن عبد الرحمن بن سہل نے مکہ میں خبر دی انہیں محمد بن یزید صالح نے انہیں احمد بن شیب بن سعید جعفی نے وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ نے روح بن قاسم کے واسطے سے حدیث سنائی اور وہ ابو جعفر مدنی سے روایت کرتے ہیں جو خطمی ہیں اور ابو امامہ سہل بن حنیف سے اور وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مزید لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو سعید عبد الممالک بن ابی عثمان الزاہد نے خبر دی انہیں ابو بکر محمد بن علی بن اسماعیل شاشی فقال نے انہیں ابو عروہ نے خبر دی انہیں عباس بن فرج نے انہیں اسماعیل بن شیب بن حنیف نے وہ کہتے ہیں میرے والد گرامی نے روح بن قاسم کے واسطے سے حدیث بیان کی اور وہ ابو مدنی سے اور انہوں نے ابو امامہ سہل بن حنیف سے روایت کیا کہ ایک آدمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی ضرورت کے سلسلہ میں آتا جاتا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انکی طرف التفاف کرتے نہ ضرورت پورا کرنے میں غور کرتے تو ایک روز اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور انہیں شکایت کی تو عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا جو خانہ میں جا کر وضو کرو پھر مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا کرو (پھر حسب سابق حدیث بیان کی) یعنی۔

اللھم انی استألك واتوجه اليك بنبيك محمد بنی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی قضی حاجتی واذا کر حاجتک ثم رح حتی اروح (کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں رحمت والے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتا

ہوں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری کرے پھر اپنی حاجت کا ذکر کرنے کے بعد چلے جاؤ۔ تو وہ آدمی پلا گیا اور جا کر ایسا ہی کیا پھر وہ حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دولتانہ پر پہنچا تو فوراً دربان آیا ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا اور انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بچھونے پر بٹھایا۔ حضرت امیر المؤمنین نے ان سے پھر پوچھا کہ تمہاری کیا حاجت ہے؟ بتاؤ۔ پھر وہ آدمی وہاں سے جا کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا دے وہ میری حاجت پوری کرتے تھے۔ نہ میری طرف توجہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان سے بات کی تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی بلکہ میں نے اللہ کے رسول علیہ السلام سے سنا تھا جب ایک نابینا آنکھوں کی شکایت لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا (پھر وہی حدیث بیان کی گئی)۔

اس کو احمد بن شعیب بن سعید نے بھی اپنے والد گرامی سے بڑی طوالت کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو علی حسن بن احمد بن ابراہیم بن شاذان نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نے انہیں یعقوب بن سفیان نے حدیث سنائی انہیں احمد بن شعیب بن سعید نے حدیث سنائی۔ پھر انہوں نے اس طوالت کے ساتھ ذکر کیا اور اسی طرح جیسے ہمارے شیخ ابو عبد اللہ الحافظ نے ذکر کیا کہ علی بن عیسیٰ بن ابراہیم نے ان کو حدیث سنائی اور ابراہیم بن محمد بن یزید سکونی نے انہیں یعقوب بن سفیان فارسی سے انہوں نے احمد بن شعیب بن سعید نے جنہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے روح بن قاسم کے واسطے سے ہمیں حدیث بیان کی۔ اور وہ ابو جعفر مدینی سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابو امامہ سہل بن حنیف سے اور وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

اور امام طبرانی نے اپنی معجمہ الکبیر میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے حالات میں کہا ہے کہ ہمیں طاہر بن عیسیٰ بن قریش المصری المقری نے حدیث بیان کی انہیں اصبع بن فرج نے انہیں ابن وہب عبد اللہ نے ابو سعید مکی یعنی شعیب بن سعید سے روایت کی اور وہ روح بن قاسم اور وہ ابو جعفر خطمی مدنی اور وہ امامہ بن سہل بن حنیف اور وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں۔۔۔ پھر حدیث بیان کی اور فرمایا۔ ترمذی نے اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور امام نسائی، ابن ماجہ اور ابن حزم نے اپنی اپنی مؤلفات میں اسے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ امام بخاری و مسلم (یعنی شیخین) کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اور (ثمد صل رکعتین) کے الفاظ ترمذی میں نہیں ہیں۔ اور امام طبرانی نے پورے واقعے کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے، اسناد کے ذکر کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، حافظ المنذری نے بھی یہی کہا ہے، حافظ ہیثمی نے اپنی (مجمع الزوائد) صلاة حاجۃ کے باب میں اسکی صحت پر اتفاق کیا ہے اور حافظ ابو عبد اللہ المقدسی نے (المختارۃ) میں اور حافظ عبد الغنی المقدسی نے (النصحہ) میں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے (الاذکار) میں اس حدیث کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔ اور ابن تیمیہ نے اپنی کتب میں متعدد مقامات پر اسے روایت کیا ہے اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے (القول البدیع) اور امام سیوطی نے (الخصائص الکبریٰ) میں اسے روایت کیا ہے

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ دو باتیں ہیں:-

اول:- حدیث توسل ضریر (ناہینا) کی تخریج حدیث کی معتبر و مشہور کتابوں میں ہے منہ احمد، سنن ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور صحیح ابن خزیمہ و حاکم کافی ہیں۔

دوم:- یہ حدیث صحیح ہے حفاظ و ناقدین حدیث نے اسکی صحت پر اتفاق کیا ہے کسی نے بھی مخالفت نہیں کی سوائے ابن تیمیہ کے کہ حدیث کی صحت کے اعتراف کے باوجود اس نے بعض بیہودہ قسم کے اعتراضات کیئے جو کہ باطل ہیں۔

اس حدیث پر پہلا اعتراض تو ابو جعفر ظلمی والا تھا جس کا پہلے تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔ منکرین توسل کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حدیث ایک معجزہ پر مشتمل ہے جو ایک نابینا شخص کی نظر کی واپسی ہے۔ ظاہر ہے اسکو دیکھنے والے صحابہ کثیر تعداد میں ہوں گے یہاں تو صحابہ میں سے فقط حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ہیں پھر اس عظیم معجزہ پر مشتمل ہوتے ہوئے بھی اسے بطریق آحاد روایت کیا گیا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے اسلئے کہ اگر حدیث صحیح ہوتی تو ناقلین حدیث اس کے نقل و روایت کرنے میں جلدی اور ایک دوسرے پر سبقت کرتے۔

اسکا جواب یہ رہا کہ یہ اعتراض بھی پہلے اعتراض کی طرح باطل و مردود ہے بلکہ یہ اعتراض سے زیادہ باطل ہے اسلئے کہ ہر معجزہ کے بارے میں شرط ہی نہیں کہ وہ متواتر یا شہرت کے ساتھ نقل کیا جائے علمائے اصول و حدیث میں سے کسی نے بھی ایسی کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ ان میں اخبار آحاد متواتر اور مشہور سب ہو سکتی ہیں۔ جو شخص احادیث کی کتابوں سے شغف رکھتا ہے اس سے یہ بات اوجھل نہیں ہے۔ تو یہ طعاع کی تسبیح والی حدیث، بکرے کی دستی کا بول اٹھنا کہ اس میں زہر ہے۔ دونوں احادیث بطریق آحاد روایت کی گئی ہیں۔ حالانکہ نابینا کی نظر کی واپسی کی نسبت یہ عظیم معجزوں پر مشتمل ہیں۔ کیونکہ جمادات کا بولنا عادتاً معروف نہیں ہے اور نابینا کی نظروں کی واپسی عجیب ہونے باوجود انسان کی شان میں سے ہے اور اسکی صفات میں سے ایک صفت ہے اور یہ معروف ہے کہ کسی شخص کی تکلیف کی وجہ سے نظر چلی جائے پھر کچھ دوائی استعمال کر کے اسکو صحیح کیا جائے جیسا کہ طریق قدح عہد قدیم میں عرب حکیموں کے ہاں مستعمل رہا ہے۔ اور جیسا کہ مراکش میں ہمیشہ سے ایک گروہ اسکا ماہر رہا ہے۔ نابینا کو انہوں نے دوائی دی تو اسکی پہلی سی حالت لوٹ آئی۔ اسکا متعدد بار مشاہدہ ہو چکا ہے۔ جبکہ یہ نابینا جس نے بارگاہ رسالت میں پناہ لی کوئی مادر زاد اندھے نہیں تھے کسی بیماری کی وجہ سے ان کی نظر چلی گئی تھی کیونکہ (شق علی ذہاب مصری فلیس فی رد بصرہ) کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ ایک پکا پکا یا کھانا تسبیح پڑھتا ہے۔ پھر بکرے کی بھونی ہوئی دستی کا خبر دینا، پتھروں کا آپ علیہ السلام کو سلام کرنا اور اسکے علاوہ بہت سارے معجزات ہیں جو تواتر کے ساتھ منقول نہیں لیکن علماء نے ان کی صحت پر اعتماد کیا، انہیں قبول کیا اور انہیں حجت کرنا اور اسکے علاوہ بہت سارے معجزات ہیں جو تواتر کے ساتھ منقول نہیں لیکن علماء نے ان کی صحت پر اعتماد کیا، انہیں قبول کیا اور انہیں حجت

کے طور پر لیا جیسا کہ انہوں نے اس حدیث ضریر کی صحت پر اعتماد کیا اور اسے قبول کیا۔

اصولین کے ہاں ایک قاعدہ ہے جو منکرین، توسل صحیح طور پر سمجھ نہیں پاتے کہ ایسی خبر جس کے دوائی، اس کے تواتر کے ساتھ نقل کرنے پر زیادہ ہوں لیکن وہ بطریق آحاد نقل کی گئی ہو وہ جھوٹی ہوگی جمع الجوامع (جو امام تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے) اسکی شرح علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ (ایسی خبر کہ حالات اسے تواتر کے ساتھ نقل کرنے کا تقاضا کریں جیسے خطبہ کے وقت امام کا منبر سے گرنا اسے بطریق آحاد نقل کیا گیا ہو تو یقیناً جھوٹا کہا جائیگا) کیونکہ یہ مخالف عادت ہے لیکن روافضہ اس پر یقینی کذب کا حکم نہیں لگاتے وہ کہتے ہیں کہ عقل اس کے صدق کو جائز قرار دیتا ہے۔ وہ امامت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس خبر واحد (انت الخلیفۃ من بعدی) کو سچا مانتے ہیں اور وہ اسے اخبار آحاد سے ثابت معجزات کی طرح مانتے ہیں مثلاً کھجور کے تنے کا روٹنا، پتھروں کا بارگاہ رسالت میں سلام عرض کرنا اور کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، ہم (اہل سنت) کہتے ہیں یہ تو اخبار متواتر تھی لیکن بعد میں اب تک قرآن کریم کے تواتر کی وجہ سے ان کے تواتر سے استغناء کیا گیا جہاں تک خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ والی حدیث کی بات ہے تو وہ کبھی بھی معروف نہیں رہی۔ اگر ہوتی تو اہل سقیفہ سے مخفی نہ رہتی۔

ان میں بھی تواتر نہیں۔

ان معجزات کے تواتر کا دعویٰ قابل تسلیم نہیں ہے۔ صحیح جواب یہ ہے کہ ان معجزات کو بطریق آحاد نقل کر کے تواتر قرآن حکیم کی وجہ سے ان کے نقل تواتر سے استغناء کیا گیا ہے یہ جواب تمام صورتوں میں یکساں نافذ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن (اسنوی) نے ایک اور جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ معجزات تواتر سے منقول نہیں کیونکہ ان کا مشاہدہ کرنے والے تھوڑے ہوتے تھے اور کہا کہ شیعہ بھی یہی جواب دے سکتے ہیں کہ خلافت علی رضی اللہ عنہ والی خبر متواتر نہیں کیونکہ سامعین کم تھے) میں کہتا ہوں کہ ان کے جواب کو یوں رو کیا جاسکتا ہے کہ امامت معین پر نص کا مقصد قطع نزاع اور جھگڑے کو ختم کرنا تھا۔ اور یہ بات تقاضا کرتی ہے کہ شارع علیہ السلام تمام صحابہ کرام کو بتاتے کہ خلیفہ فلاں ہو گا تاکہ وہ یہ بات کہنے سے رک جاتے یہاں تو ایک دو کو بھی خبر نہیں معجزات کی صورتحال ذرا اس سے مختلف ہے کیونکہ ان کی غرض صداقت رسول اللہ علیہ السلام پر دلالت کرتی ہے جو قرآن اور اسرار و معراج وغیرہ معجزات متواتر سے ہو چکی اور شیخ شہاب الدین قرانی تنقیح الفصول کی شرح میں فرماتے ہیں معجزات انوکھا پن اور شرف کو جمع کرتے ہیں کیونکہ وہ خوارق عادت اور نبوت کی بنیاد ہیں۔ اگر وہ تواتر سے منقول نہ ہو بلکہ فقط ایک شخص ہی انہیں نقل کرنے والا ہو تو سمجھا جائے گا کہ یہ خبر جھوٹی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں جم غفیر موجود ہو۔ و و سراسر حصول مقصود میں اسکے علاوہ کوئی اور دلیل بھی نہ ہو پہلی شرط (انشقاق قمر) سے احتراز کے لیے ہے کیونکہ وہ رات کا واقعہ تھا اور تواتر کی تعداد وہاں موجود نہ تھی جبکہ دوسری شرط رسالت کریمی علیہ السلام کی انگلیوں مبارک سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑنا اور طعام قلیل سے جم غفیر کو سیر کر دینا، ان مواقع پر اجتماع عظیم موجود تھا۔ لیکن

امت محمدیہ نے نقل قرآن پر ہی اکتفاء کیا ہے باقی معجزات بطریق آحاد ہی منقول ہوئے حالانکہ وہ بھی متواترہ تھے۔ رہا معاملہ حدیث ضریح کا تو وہاں جم غفیر بھی نہ تھا اور معجزات بھی موجود تھے۔ جو صداقت رسول اللہ علیہ السلام پر دلالت کرتے ہیں مثلاً قرآن کریم کیونکہ اس کا اعجاز پھر اس کا تواتر سے منقول ہونا، دوسرے معجزات سے کفایت کرتا ہے تو قاعدہ مذکورہ میں اس کا دخول جائز نہیں اور کسی حالت میں بھی اس کا نفاذ ممکن نہیں ہاں یہ قاعدہ ایسے معجزات پر منطبق ہوتا ہے جیسے ولی کبیر شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب انہوں نے حج کے موقع پر روضہ رسول علیہ السلام پر حاضری دی اور روضہ مبارکہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا

فی حالة البعد و روحی كنت ارسلها ... نقبل الارض عنی و هی نائبتی

وهذه نوبة الاستباح قد حضرت ... فامدد يمينك کی تحطی بہا شفق

ترجمہ: جب دور تھا تو میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آپ کی دھرتی کو بوسہ دیتی، اور آج یہ سب حاضر خدمت ہیں۔ اپنا دست مبارک نکالنے تاکہ میرے ہونٹ بوسہ دے کر فیضیاب ہوں۔

تو قبر انور سے ہاتھ مارک باہر نکلا تو انہوں نے بوسہ دیا اور سب لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ واقعہ شیخ علی ابو شباک الرفاعی (جو قلعہ قاہرہ میں مدفون ہیں) کے بارے وقوع پذیر ہوا۔ برابر ہے ان کے لینے یا ان کے لینے، یہ واقعہ جھوٹا لگتا ہے کیونکہ اس عظیم واقعہ کے لینے حالات اسکے بالتواتر نقل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں اور اس واقعہ کے عاقل نے یہاں تک نقل کیا ہے کہ جم غفیر نے اس کا مشاہدہ کیا جن کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچتی ہے۔ اور یہ کہ اس واقعہ کا مشاہدہ جنہوں نے کیا اس عظیم سعادت پر شیخ رفاعی کو مبارکباد دی۔ اس واقعہ کے جھوٹا ہونے کی یہ بات بھی تائید کرتی ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پچاس ہزار یا کم یا زیادہ لوگ حاضر ہوں پھر ایک یا دو کے علاوہ اسے کوئی نقل نہ کرے کیا سب لوگ نا تجربہ کار اور جاہل تھے؟ اور شیخ عبدالقادر الجلی رحمۃ اللہ علیہ غوث الاعظم و صیغیر نے اپنے دروس میں سے کسی درس میں اس کی طرف اشارہ تک نہیں فرمایا نہ ان کی تالیفات میں قابل اعتبار طریقہ سے اس کا ذکر ہے نہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں ذکر کیا ہے حالانکہ اس سے کم تر شان کی بات کیوں نہ ہو وہ اسے بھی نہیں چھوڑتے، البتہ امام سیوطی نے اس واقعہ کا تذکرہ اپنی تنویر الحلیک میں کیا ہے۔

اعترض

ایک اور اعتراض منکرین توسل کی جانب سے یہ پیش کیا جاتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اس نابینا کے لینے دعا مانگی تھی تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی باطل اور مردود اعتراض ہے کیونکہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ تصریح کی کہ (فواللہ ما تفرقنا ولا طال بنا الحدیث حتی دخل الرجل کانه لحد یکن بہ ضر قط) خدا کی قسم ہم الگ ہوئے نہ اتنی لمبی گفتگو ہوئی حتیٰ کہ وہ آدمی داخل ہوا گویا کہ اسے کبھی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بیہقی نے عنوان ہی یوں قائم کیا۔ (باب ما جاء فی تعلیمہ الضریح ما کان فیہ شفاؤا لعین لحد یصبر)۔ یہ باب اس چیز کے بارے میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک نابینا کو سکھایا جس میں شفا تھی جب اس نے صبر نہ کیا۔ علاوہ ازیں بہت لوگوں نے متعدد مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی تو آپ علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور کسی کو بھی نماز اور دعا پڑھنے کا حکم نہ دیا جیسا کہ نابینا والی صورت میں کیا تو یہ بات دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے حدیث ضریح میں نئے قانون کا ارادہ فرمایا جو تمام لوگوں کے لیے عام ہو صرف طالب دعا کے ساتھ خاص نہ ہو۔

اگر یوں اعتراض کیا جائے کہ آپ علیہ السلام کے اس فرمان کا کیا کریں گے جو آپ علیہ السلام نے نابینا کو دیا کہ اگر چاہو تو صبر کرو اور یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور اگر چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں؟۔

میں کہتا ہوں کہ یہ شبہ اس شخص کا ہو سکتا ہے جو کہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اس کے لیے دعا فرمائی لیکن جب آپ علیہ السلام نے اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا اور دعا کی تلقین کی تو پتہ چلا کہ کلام میں کچھ مجاز ہے۔ اور اس جملہ (اگر چاہو تو میں دعا کروں) کا معنی یہ ہے کہ اگر چاہو تو میں تمہیں دعا سکھاؤں جو تم دعا مانگو اور تمہیں اس کی تلقین کروں، اور یہ تاویل واجب ہے تاکہ ابتداء حدیث آخر حدیث کے ساتھ متفق ہو جائے۔ پھر اگر اس تمام بحث کے باوجود ہم تسلیم بھی کر لیں کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نابینا کے لیے دعا مانگی تھی تو یہ کسی اور کے لیے عموم حدیث میں مانع نہیں ہے۔

چوتھا اعتراض، جو منکرین تو سل کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قحط کے ساتھ دعا استسقاء مانگی تھی چنانچہ انہوں نے کہا اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے تو تو ہمیں بارش عطا کیا کرتا تھا۔ تو ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہم پر بارش برسا، اے عباس (رضی اللہ عنہ) دعا کیجئے تو حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش برسائی یہ دلیل ہے اس بات پر کہ یہ حدیث حضور علیہ السلام کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص ہے اور آپ علیہ السلام کے وصال کے بعد تو سل بالنبی جائز نہیں، ابن تیمیہ نے اپنی کتابوں میں اس اثر عمر رضی اللہ عنہ سے کثرت سے استدلال کیا ہے بلکہ کئی مرتبہ اسکا

جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اس اعتراض کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ جو کچھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا استسقاء میں یہی کچھ مطلوب تھا اسلئے کہ سنت طریقہ ہے کہ اس صورتحال میں امام اور لوگ شہر سے باہر عید گاہ کی طرف جائیں۔ نماز استسقاء پڑھیں اور امام خطبہ دے کر خود بنفسہ دعا مانگے جیسا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے یا کسی اور کو دعا کا کہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا اور حضرت معاویہ نے حضرت یزید بن الاسود کے ساتھ توسل کیا۔ جنکا ذکر متعدد طرق اور حوالوں سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اگر یہ سوال ذہن میں آئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عید گاہ میں بوقت دعائی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ کیوں نہ بنایا بلکہ آپ علیہ السلام کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا؟ تو اس کے کئی جواب ہیں مثلاً

۱۔ حدیث نہیں پہنچی

حضرت عمرؓ کو حدیث توسل ضریرہ پہنچی تھی اگر پہنچتی تو وہ ضرور وسیلہ پیش کرتے اور یہ ہوا ہے کہ بہت ساری احادیث حضرت عمرؓ اور دوسرے بہت سے صحابہ پر مخفی رہیں اور ان سے چھوٹے ان سے باخبر ہوئے جسے ابن عباسؓ، ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ بلکہ حضرت عمرؓ نے کئی بار حدیثوں کے بارے میں جو ان سے مخفی رہیں اعتمد کر پیش کیا کہ بازاروں کے کار بار نے ہمیں غافل کر دیا یعنی تجارت میں مصروفیت کی بنا پر بہت ساری احادیث سے ناواقف رہے۔ اور یہی حال حضرت ابو بکرؓ کا بھی ہوا کہ کئی احادیث ان سے مخفی رہیں اور ان کا علم مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ سے حاصل ہوا۔

۲۔ توسل لازم نہیں جائز ہے

توسل بالنبی علیہ السلام واجب نہیں لہذا اس کا ترک جائز ہے اور غیر نبی کو بھی وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔

۳۔ حضرت عباس مضطر تھے

اللہ رب العزت فرماتا ہے (امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویكشف السوء) (الآیۃ)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت مضطربین میں سے تھے لہذا ان کا وسیلہ پکڑنا زیادہ بہتر اور مناسب تھا۔ نیز امت کے لیئے تعلیم بھی۔

۴۔ اس میں نبی کریم علیہ السلام کی اتباع تھی۔

حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنا کر دراصل رسول کریم علیہ السلام کی پیروی کی کیونکہ آپ علیہ السلام حضرت عباسؓ کی بزرگی اور جلالت کا لحاظ رکھا کرتے تھے اور یہ بات حضرت عمر فاروقؓ سے صراحتہ منقول ہے۔ چنانچہ زبیر بن بکار الانساب میں داود کے واسطہ سے اور وہ عطا اور وہ زید بن اسلم سے اور وہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قحط کے سال حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا واسطہ دے کر بارش مانگنے کی دعا کی، تفصیلات کے مطابق آپ نے لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ، حضرت عباسؓ کو وہ مقام دیتے تھے جیسا بیٹا اپنے والد کو مقام دیتا ہے تو اے لوگو! اللہ کے رسول علیہ السلام کی پیروی کرو اور حضرت عباسؓ کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرو۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ سب اسی حال میں تھے کہ بارش برسا شروع ہوگئی اسے علامہ بلاذری نے ہشام بن سعد کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور وہ زید بن اسلم اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

۵۔ دیگر بزرگوں کا وسیلہ بھی جائز ہے۔

دراصل حضرت عمرؓ کے اس عمل نے یہ واضح کیا کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ دیگر اہل اللہ اور اصحاب خیر (جن کی برکت کی امید ہو) کا وسیلہ پکڑنا بھی جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اس حدیث توصل کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ حضرت عباسؓ کے واقعہ سے یہ بات بخوبی سمجھی جاسکتی ہے کہ دیگر اہل خیر بزرگ اور اہلیت کا وسیلہ لینا بھی مستحب ہے۔ (یعنی ان سے مدد مانگنا بھی جائز ہے)۔ یہ سلف کا بیان ہوا۔

۶۔ یہ حضور کا ہی وسیلہ تھا۔

یعنی اس حدیث میں یہ بھی تعلیم ہے کہ حضرت عباسؓ کا وسیلہ پیش کرنا دراصل حضور نبی کریم ﷺ کا ہی وسیلہ پیش کرنا تھا۔ اور سیدی عمرؓ کا آپ علیہ السلام کے چچا کا وسیلہ ان کے ہاں اسلئے تھا کہ وہ صاحب مقام تھے کن کی وجہ سے؟ نبی کریم علیہ السلام کی وجہ سے۔ بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سیدنا عمرؓ قحط کے دنوں میں عام طور پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ پکڑتے تھے۔ ہمارے مدعی پر صریح دلیل ہے اس سے زیادہ واضح دلیل جو ابن عبد البر نے (الاستیعاب) میں فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ نے روایت کیا ہے کہ جب مدینہ منورہ میں قحط پڑ جاتا تو حضرت عمرؓ بن خطاب، حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے۔ دراصل ۱۷ھ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں زمین کی خشکی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی تو حضرت کعبؓ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! جب بنی اسرائیل کو ایسی صورتحال پیش آتی تو وہ اپنے انبیاء کے خاندان کا واسطہ دے کر بارش طلب کیا کرتے تو حضرت عمرؓ نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا آپ کے والد کے بھائی، اور بنی ہاشم کے سردار ہیں۔ یہ کہتے ہوئے عمر فاروقؓ ان کی طرف بڑھے اور لوگوں کی قحط کی پریشانی کی وجہ سے شکایت کی پھر حضرت عباسؓ کو ساتھ لے کر منبر پر تشریف لائے اور یوں گویا ہوئے۔۔۔ (پھر وہی حدیث بیان فرمائی)۔

امام بیہقیؒ کی روایت کردہ حدیث سے بھی معلوم پڑتا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو نصر بن قتادہ اور ابو بکر فارسی نے خبر دی انہیں ابو عمر بن مصر نے بتایا انہیں ابراہیم بن علی ذہبی نے انہیں ابو معاویہ نے اعمش اور وہ ابو صالح سمان سے اور وہ مالک الدار سے روایت کرتے ہیں جو حضرت عمرؓ کے خازن تھے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کی طرف آ کر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کے لیے رب العزت سے بارش مانگے کیونکہ وہ ہلاک ہو گئے ہیں تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا عمرؓ کے پاس جاؤ اور اسے میرا سلام پہنچاؤ اور اسے بتاؤ کہ انہیں بارش مل جائے گی اور اسے یہ بھی کہو کہ عقلمندی، عقلمندی سے کام لو تو وہ آدمی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا تو عمر فاروقؓ رو دیئے اور کہا اے میرے رب! میں کو تاہی نہیں کرتا مگر جس سے میں عاجز ہوں۔ اسکی سند بھی صحیح ہے اور حافظ ابن حجر کی فتح الباری ج ۲ ص ۳۳۸ مطبوعہ خشاب میں لکھا ہے کہ انہوں نے اسے ابن ابی شیبہ کی طرف ابو صالح سمان کے واسطے سے منسوب کیا ہے اور انہوں نے مالک الدار سے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے بھی اس اثر کو روایت کیا ہے مگر ایسے اضافہ کے ساتھ جو اسکی کسی سند میں نہیں اس نے (اقتضاً صراط مستقیم) میں دوران گفتگو یہ کہا ہے کہ ایک آدمی قحط کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ کے روضہ کی طرف آیا اور قحط کی شکایت کی تو نبی کریم ﷺ اسکے خواب میں آئے اور فرمایا عمرؓ کے پاس جا کر بتاؤ وہ لوگوں کو ساتھ لے کر باہر دعاؤ استغفار کرے۔ یہ ابن تیمیہ کے ان خرافات میں سے ہے جن سے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے بعد کسی کے لیے شفاعت نہیں کرتے کیونکہ انہوں نے یہ معاملہ عمر فاروقؓ کے سپرد کیا ہے۔ یہ نص میں تحریف کہلاتی ہے اور اس میں زیادتی باطل سوچ کی دلیل ہے۔

اوپر جو حافظ ابن حجر کا ذکر کیا گیا انکی بیان کردہ مندرکات انہوں نے صحیح قرار دیا ہے اور آدمی مذکور حضرت بلال بن حارث مزیٰ صحابی ہیں۔ جیسا کہ (فتوح) میں اسے سیف نے روایت کیا ہے اور اسے فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے نقل فرمایا ہے۔

غیر انبیاء سے تو مل

غیر انبیاء سے توسل کے بارے میں بھی احادیث وارد ہوئی ہیں

۱۔ امام احمد، ابن ماجہ اور ابن خزمہ نے کتاب التوحید اور طبرانی نے الدعاء میں اور ابو نعیم وغیرہ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز کے لیے گھر سے نکلا اور اس نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ میں تیری بارگاہ میں سائیلین کے واسطے سے اور ان قدموں کے چلنے کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، میں کسی شر، تکبر، ریا اور شہرت کے لیے نہیں نکلا، میں تیری ناراضگی سے بچنے اور تیری رضائی طلب کے لیے تجھ سے مانگا کرتا ہوں کہ جہنم کی آگ سے پناہ اور میرے گناہ معاف فرما دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ تو اللہ

تعالیٰ اپنی رحمت سے اس پر متوجہ ہوتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

امام نوویؒ نے (الاذکار) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ حسن حدیث ہے جیسا کہ حافظ ابوالحسن بن مفضل المقدسی المالکی، حافظ عراقی اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس پر تصریح کی ہے۔

۲۔ اس حدیث کا ایک شاہد حدیث بلال ہے جو ابن سنی کی عمل الیوم واللیلۃ میں مذکور ہے اور طبرانی کے ہاں باب دعا میں حدیث ابی امامہ ہے جو اب باب خیر کے وسیلہ کا بالعموم فائدہ دیتی ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن علان صدیقی نے (شرح الاذکار) میں فرمایا ہے۔ اور طبرانی نے صحیح اسناد کے ساتھ امیہ بن عبد اللہ بن خالد بن اسید کے ذریعے مرسل روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کمزور مسلمانوں کے واسطے سے طلب فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کمزور مسلمانوں کے وسیلہ سے طلب نصرت کیا کرتے تھے اور حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے حضرت عمرؓ بارش کی دعا مانگا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے یہ حدیث متعدد بار بیان ہو چکی۔

۳۔ امام ابو یعلیٰ نے حضرت جابرؓ سے دو واسطوں سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں پر ایک وقت آئیگا۔ ان کے لشکروں میں سے ایک لشکر نکلے گا تو پوچھا جائے گا کیا تم میں سے ایسا شخص ہے جو محمد ﷺ کا صحابی ہو؟ تو اسکے وسیلہ سے طلب نصرت کریں تو وہ فتح یاب ہوں گے۔ پھر پوچھا جائے گا کیا تم میں محمد ﷺ کا صحابی ہے تو کہا جائے گا نہیں! تب پوچھا جائے گا۔ ان کے صحابی یعنی تابعی ہو؟ اگر انہوں نے سنا کہ وہ سمندر کی دوسری طرف ہے تو وہاں جائیں گے حافظ بیہوشی نے کہا ہے کہ دونوں سندوں کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۴۔ اوسط، معاجم طبرانی میں حضرت انسؓ کے واسطے سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا زمین چالیس آدمیوں سے ہرگز خالی نہیں رہ سکتی جو خلیل الرحمن کے مثل ہوں گے ان کی موجودگی میں تمہیں بارشیں عطا ہوں گی اور انہیں کے واسطے سے تم مدد کئے جاو گے۔ ان میں سے جب بھی کسی کی وفات ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت اسکی جگہ ایک اور بدل عطا فرماتا ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ میں نے قتادہؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہمیں بالکل شک نہیں کہ حضرت حسن بصریؒ ان میں سے ہیں۔ حافظ بیہوشی کہتے ہیں کہ اسکی سند صحیح ہے۔ الخ اس حدیث میں رہنمائی ہے کہ ابدال کا وسیلہ پیش کیا جائے (ابدال یعنی اولیائے کرام) اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں۔ اور گذشتہ حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ صحابہ اور تابعین کے وسیلہ سے طلب نصرت کی جائے۔

ان سب کے علاوہ متعدد احادیث جن میں ضعیف احادیث بھی موجود ہیں جو اذکار کے ابواب میں متعدد علمائے کرام اور محدثین نے جمع فرمائی ہیں اگر ان سب کو لکھنا شروع کر دیا جائے تو ایک ضخیم ترین کتاب تخلیق ہو سکتی ہے۔ یاد رہے کہ افعال، عبادات اور فضائل کے باب میں ضعیف

حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے۔ نیز سلف الصالحین نے ان احادیث پر بھی عمل کیا ہے جن کی سندیں ضعیف ہوتی ہیں لیکن اوراد وغیرہ میں مشہور جیسے کہ یہ بھی روایت موجود ہے ذخائر اسلامی میں کہ جسے حاکم اور امام بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم دن یارات میں بارہ ۱۲ رکعتیں پڑھو، اور ہر دو رکعتوں کے بعد تشہد پڑھو، جب تم آخری تشہد پڑھو، تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھو اور سجدے کی حالت میں سات مرتبہ سورہ فاتحہ اور سات مرتبہ آیہ الکرسی پڑھنے کے بعد

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد و هو علی کل شیء قذیر۔۔۔ ۱۰۰ اس مرتبہ پڑھو پھر کہو اللہم انی استأثک بمعاقدا العز من عرشک و منتہی الرحمة من کتابک و اسمک الاعظم و جدک الاعلیٰ و کلماتک التامة۔۔۔ پھر اپنی حاجت مانگو، اسکے بعد اپنا سر سجدے سے اٹھا کر دائیں بائیں سلام کرو، یہ دعا نا اہل لوگوں کو بالکل نہ بتاؤ کیونکہ وہ اسے غیر اہم چیزوں میں استعمال کر سکتے ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ احمد بن حرب نے کہا کہ میں نے اسکا تجربہ کیا تو اسے بالکل حق پایا، ابراہیم بن علی دہلی کہتے ہیں کہ میں نے بھی اسکا تجربہ کیا ہے اسے بالکل صحیح پایا ہے یہی بات ہمیں امام ابو زکریا نے بھی، امام حاکم کہتے ہیں کہ میں نے بھی تجربہ کیا ہے اسکو بالکل صحیح پایا ہے۔

جبکہ اسکی سند بالکل ضعیف ہے جیسا کہ امام سخاوی نے بھی یہی فرمایا ہے ابن جوزی نے اسے واہیات میں شمار کیا ہے، حافظ منذری نے اپنے شیخ حافظ ابوالحسن المقدسی سے نقل کیا ہے کہ اس قسم کی چیزوں میں اعتماد تجربہ پر ہوتا ہے سند پر نہیں۔ لیکن اسکے باوجود اسکے ورود کا نبی کریم ﷺ سے اعتقاد نہ کیا جائے تاکہ بندہ نبی کریم ﷺ پر کذب کی وعید میں داخل نہ ہو جائے، اس حدیث کے صحیح ترین سندوں میں سے، جیسا کہ امام سخاوی نے فرمایا ہے وہ ہے جسے ہشیم بن ابی ساسان نے ابن جریج سے اور وہ حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ سے مروی نہیں ہے۔

فصل تیسویں غزوہ فتح مکہ کے بیان میں کے عنوان سے تحفہ مقبول در فضائل رسول ﷺ کے صفحہ ۱۵۳ پر درج ہے کہ

جب اللہ جل جلالہ کو منظور ہوا کہ فتح مکہ ہو کر شوکت عظیمہ اسلام کی ظاہر ہو اور کفر ذلیل ہو کر جزیرہ عرب سے نیست و نابود ہو جائے سمان اسکا یہ ہوا کہ خزامہ کے عہد میں نبی کریم ﷺ کے صلح حدیبیہ میں ہو گئے تھے اور بنی بکر کے عہد میں قریش کے ہو گئے تھے آپس میں لڑے اور زیادت بنی بکر کی تھی کہ شخون خزامہ پر مارا اور ۲۰ آدمی ان میں سے مارے گئے اور قریش نے ان کی خفیہ مدد کی بلکہ عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ بعضے سردار خود بھی منہ چھپا کر مدد کو گئے۔ آنحضرت ﷺ کو اسی وقت باعلام الہی خبر ہوئی بلکہ خزامہ کے رجز (جو اشعار لڑائی کے وقت پڑھتے ہیں) کہنے والے نے اسی وقت رات میں آپ ﷺ کو پکارا اور آپ سے استغاثہ کیا اور مدد چاہی۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے اسکی آواز پہنچائی اور آپ نے اسکا جواب دیا۔

لبیک لبیک لبیک اور اس وقت آپ زنا نے میں وضو کرتے تھے۔ حضرت میمونہؓ نے جنگے حجرے میں آپ تشریف فرما تھے لبیک لبیک آپ کا سن کے پوچھا کہ کس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ راجز خزامہ کا مجھے پکارتا ہے اور مجھ سے فریاد کرتا ہے کہ قریش نے نبی بکر کی مدد کی کہ وہ ہم پر شیون لائے اور آپ نے صبح کو حضرت عائشہؓ سے کہا کہ رات خزامہ میں ایک بات ہوئی حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کا گمان ہے کہ قریش عہد شکنی پر جرات کریں گے حالانکہ تلوار نے انہیں فنا کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ انہوں نے عہد توڑا اسی لیے کہ خدا تعالیٰ کا ان میں ایک حکم ظاہر ہو پھر تین دن کے بعد عمرو بن سالم خزاعی نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں پہنچ کر رو برو اصحاب کے سب حال نظم کی صورت میں عرض کیا۔ (حوالہ:- تحفہ مقبول در فضائل رسول۔ طباعت قدیمہ مطبع نظام واقع کاپور انڈیا۔ صفحات ۱۵۴ و ۱۵۵ از محمد عبدالرحمن بن محمد روشن خان)۔ یہ حدیث بھی پہلے تفصیل سے بیان ہو چکی ہے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

قبر انور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل اور بارش کی دعائی وہ مشہور حدیث جو کہ سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ مدینہ میں شدید قحط پڑا تو آپ نے لوگوں کو روضہ انور پر جا کر اسکی کھڑکی کھول کر بارش کی دعا مانگنے اور توسل کرنے کا حکم دیا اور لوگوں نے ایسا ہی کیا جسکے فوری بعد اسقدر بارش ہوئی کہ اس سال برکتوں کا ایسا ظہور ہوا کہ اسکو عام الفتح کا نام دے دیا گیا۔ اسی حدیث کا ایک اور حوالہ اور کتاب الدارحی، ابی محمد عبداللہ بن عبدالرحمن المسمی المسند الجامع کی شرح و تحقیق فتح المنان میں شیخ السید ابو عاصم نبیل بن ہاشم الغمری نے حدیث بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اہلسنت و جماعت کے نزدیک نبی کریم ﷺ سے مغفرت اور تبرک کیا جاتا ہے الفاظ کچھ یوں ہیں (وطلب المغفرة منه والتبرك بمحله للسلام عليه) اسی پر حضرت الامام ابن حجر المکی کا قول اشعار کی صورت میں درج کیا گیا ہے کہ

ولم تعلم مقابرهم بارض۔ یقیناً غیر ماسکن الرسول

یعنی زمین پر دیگر مقابر کے بارے میں تو نہیں کہتے، مگر جہاں رسول اللہ ﷺ آرام فرمائیں۔

پھر اسکے ہی نیچے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ وجہ اس لیے ہے کہ آپ علیہ السلام جہاں تشریف فرمائیں اسکی عظمت سے صرف فاسق انکار کر سکتا ہے۔ اور اسی کے تناظر میں زیارت رسول پر بھی عمدہ بیان موجود ہے۔ اور تشریح میں مزید کئی حوالے دیئے ہیں اور لکھا ہے کہ امت کے احوال آپ پر پیش کیئے جاتے ہیں اور آپ استغفار فرماتے ہیں امت کی خاطر۔ اسکو حافظ العراقی نے کتاب الجنائز من طرح التثريب، میں ذکر کیا ہے اور اسکی صحیح ہونے پر حافظ الحیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں بیان دیا۔ اور سیوطیؒ نے اپنی خصائص میں۔ اور جو حدیث آخر میں بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت ہوئی ہے، کہا حافظ ابن عبدالہادی نے الصارم المنکی میں کہ (هذا خبر مرسل، اسنادہ صحیح الی بکر بن عبداللہ و بکر من ثقات التابعین و ائمتہم (۱۹۳) یعنی عبداللہ المزنی سے جو روایت ہوئی ہے وہ حدیث مرسل ہے اسکی اسناد صحیح ہیں اور بکر بن عبداللہ تابعین مستندہ اور ائمہ میں سے ہیں۔ اور اسکو امام احمد نے بھی روایت کیا، ابوداؤد نے، نسائی وغیرہ نے۔ پھر ایک حدیث اوس بن ابی اوسؒ سے مروی کی جسکے آخر میں لکھا ہے (یستوجب شفاعتہ انہ سمیع قریب۔۔ اسی شرح کے صفحہ ۵۶۵ پر مالک

الدارُ غازی عمر کی حدیث اعرابی بیان کی کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا۔۔۔۔۔ (اور پھر مکمل حدیث)۔ اسکو حافظ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں (۳۱، ۳۲) پر بیان کیا۔ مکمل حوالے اور مزید شرح کے لیے کتاب کا مطالعہ کریں۔

حوالہ۔ فتح المنان شرح البسند الجامع۔ ج ۱ باب ۱۵ ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ ﷺ بعد موتہ۔ صفحات ۵۵۸ تا ۵۶۱ رقم الحدیث ۹۸ دار البشائر الاسلامیة المکتبة المکیة۔

الاصابة فی تمییز الصحابة، از امام عسقلانی الشافعی۔ ج ۱ حرف المیم۔ القسم الثالث۔ صفحہ ۶۲ رقم الحدیث ۸۳۵۰ حدیث مالک الدارُ واستسقا۔

حضرت الشیخ عبدالقادر الجیلانیؒ، الاوراد القادرية۔ دار الالباب صفحہ ۲۰ دعاء النصر میں لکھتے ہیں؛۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہم بحرمة محمد عندک وبحرمتک عند محمد ان تسترنانی الدنیا والآخرۃ انک علی کل شیء قدير۔ (توکل کا ثبوت)۔

الاستدعاء فی الاستسقا، از علامہ شیخ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی الہروی۔ صفحہ ۱۲ المکتب الاسلامی و دار عمار بیروت پر مشہور حدیث استسقا بیان کرتے ہیں اور ملا علی قاریؒ نے بھی اس حدیث عمر کی تصدیق کی ہے۔

مزید حوالہ حدیث ضریر۔ الجوهر المنظم فی زیارة القبر المکرم۔ از الامام احمد بن محمد بن حجر المہشمیؒ۔ باب اقامة الصلوات۔ ب ۱۸۹، ج ۱۳۸۵ صفحہ ۱۹۷۔ دار السخاوی

مشہور حدیث ہے کہ جب تک دعا کے ساتھ درود شریف نہ پڑھا جائے دعائیں آسمان اور زمین کے درمیاں معلق رہتی ہیں۔ اسی کو امام القاضی ابی بکر محمد بن عبد اللہ بن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے المسالك فی شرح موطأ مالک ج ۲ الحدیث الخامس ۵ دار الغرب الاسلامی بیروت پر بیان فرمائی جو کہ نبی ﷺ کے توکل کی ایک بہت بنیادی دلیل ہے۔

قبولیت توبہ آدم علیہ السلام کا ذکر المواہب اللدنیہ صفحہ ۵۲ (اردو ایڈیشن) مقصد اول، از مقدمہ ضیا القرآن پبلیکیشنز میں بھی موجود ہے۔

المبدع فی شرح المقتنع میں ابی اسحاق برہان الدین ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن مفلح المورخ المصنعی ج ۲ المکتب الاسلامی کے صفحہ ۴۵۶ فوائد میں لکھا ہے۔ (ومنها: يجوز التوسل بالرجل الصالح، علی الصحيح من المذهب، وقيل:

یستحب) یعنی (اور اس میں: نیک اشخاص کا توسل جائز ہے ہمارے مذہب کے مطابق (یعنی غلبی فقہ میں بھی)۔ اور فرمایا: مستحب یعنی مستحب عمل ہے)۔

امام الحدیث جلال الدین السیوطیؒ نے النہجۃ السویۃ فی الاسماء النبویۃ، ط۔ الدار المصریۃ اللبنانیۃ صفحہ ۲۷۲ پر لکھا ہے: (والوسیۃ: ما یتصرف بہ ویتوسل بہ الی ذی قدر) یعنی وسیلہ ذی قدر کی طرف رستہ ڈھونڈنا ہے۔

حضرت الشیخ یوسف بن اسماعیل نبھانیؒ نے دورہ شریف کے باب میں لکھا ہے: (وبارک علی سیدنا محمد صاحب الوسیلۃ العظمیٰ۔ وفضیلۃ الکبریٰ) صفحہ ۳۷۔ الصلوٰۃ الالفیۃ فی الکلمات المحدثۃ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت

الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف جز ۱ دار الفکر بیروت ایڈیشن، از امام الحافظ منذری صفحہ ۲۷۲، صلاة الحاجة کے باب میں حدیث ضریر نقل کرتے ہیں اور اسکی سند کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ (بحوالہ صفحہ ۲۷۲)۔

حضرت خالد بن ولیدؓ سیف الاسلام جب منافقین سے جہاد میں موت میں مصروف تھے تو حملے سے پیشتر یہ نعرہ لگاتے (ونادی بشعار ہم وکان شعار ہم: (یا محمد اے)۔ فلم یبرز الیہ احد الا قتله) یعنی پھر انہوں نے شعار مسلمان کے مطابق نعرہ لگایا اور فرمایا (یا محمد اے)۔ اسکا ذکر سنہ ۱۱ھ کے واقعات میں صفحہ ۲۲۱ پر الکامل فی التاریخ میں امام المورخ ابن اثیر الجزری ج ۲ ط۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت پر موجود ہے۔

حدیث عمرو عباس کا ذکر الاذکار من کلام سید الابرار، للامام محی الدین ابی زکریا یحییٰ بن شرف النوویؒ نے بھی فرمایا ہے اور ساتھ میں تحریر فرمایا (وجاء الاستسقاء باهل الصلاح عن معاویۃ وغیرہ) (یعنی معاویہؓ کے حوالے سے فرمایا کہ وہ اہل الصلاح یعنی نیک لوگوں جیسے یزید بن الاسودؓ سے توسل، کرنا مستحب ہے (والمستحب)۔ صفحہ ۳۰۰۔ دار المنہاج

حوالہ حدیث ضریر۔ البدایۃ والنہایۃ، از امام حافظ ابن کثیرؒ۔ طباعت بیت الافکار الدولیۃ صفحہ ۱۹۰ پر درج ہے۔ یہی حدیث حجر للطباعت والنشر والتوزیع جز ۱ صفحہ ۶۴ کتاب قصص الانبیاء میں وہابیہ کے محقق ڈاکٹر (الدکتور) عبد اللہ بن عبد المحسن الترمذی نے بھی ذکر کی ہے۔ اور متعدد بار پہلے بیان ہو چکی۔

امام الشیخ علامہ احمد بن ابی الحسن علی بن سلیمان المرادوی الحنبلی نے اپنی الانصاف فی معرفة الراجم من الخلاف علی مذهب الامام احمد بن حنبل جز ۲ صفحہ ۴۲، دار احیاء التراث العربی بیروت پر لکھتے ہیں۔ (ولا بأس بالتوسل بالصالحین ونصہ) یعنی صالحین سے توسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ نص سے ثابت ہے۔

حافظ ابی یعلیٰ القزوی متوفی ۴۴۶ھ کی کتاب الارشاد فی معرفة علماء الحديث (من تجزئة السلفی) طباعت مکتبۃ الرشید ریاض سعودی عرب صفحہ ۳۱۴ پر قبر نبی کے واسطے سے بارش والی حدیث بیان کی گئی ہے۔ اور اسکی تخریج میں اسکو صحیح قرار دیا ہے۔

منکرین کے ہی ناصر الدین البانی تک نے اپنی کتاب (التوسل انواعه واحكامه) مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع ریاض سعودی عرب کے صفحہ ۶۸ و ۶۹ پر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ والی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اسی حدیث ضریر کے متعدد حوالے پہلے دیئے جا چکے ہیں اب مزید چند مکتبہ جات سے پیش ہیں۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت اور دار الریان للنشر کی دلائل النبوة کی جز ۱ صفحات ۶۷ و ۶۸ اور دار النفائس صفحہ ۵۶۴ الفصل الثامن والعشرون پر عمر و عباسؓ والی حدیث ذکر کی گئی ہے۔

قبر نبی ﷺ سے توسل کا ہی ذکر حدائق الانوار ومطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار ﷺ میں امام وجیہ الدین عبد الرحمن المشهور بابن الدبع الشیبانیؒ الثانی جز ۱ ص ۹۳۳ المکتبۃ المکیۃ میں بھی درج ہے۔

توسل کا ذکر و فرمان نبوی ﷺ، تہذیب التہذیب، امام حافظ شہاب الدین العمقانیؒ طباعت مؤسسة الرسالة بیروت ج ۲ صفحہ ۳۹۸ پر بھی مندرج ہے۔

اعرابی والی حدیث کا ذکر۔ ابن کثیر کی تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۴۰ اما تحت سورہ النساء آیت ۶۴ عربی وارد دونوں میں درج ہے۔

اولیائے کرام اور قطب وغیرہ کے تصرف کا ذکر امام ابن عابدین شامی الحنفیؒ کی اجابۃ الغوث ببیان حال۔ صفحہ ۶۴ باب ۴ مکتبۃ القاہرۃ الازھر شریف میں بھی موجود ہے۔ اور سائل ابن عابدین جز ۲ عربی میں بھی تفصیل سے پورا ایک باب امام صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ صفحات ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۱۱۔

مغربی ممالک اور دولۃ الامارات العربیۃ المتحدہ کی چھاپی کتاب (الازھار الیاض فی اخبار عیاض) از شہاب الدین

احمد بن محمد المقرئ التلمسانی جز ۴ صفحہ ۲۵ سطر ۱۰ تا ۱۵ پر بھی توسل کے جائز ہونے کا واضح ذکر دیا گیا ہے۔ اسی کتاب کے صفحات ۲۵ تا ۳۲ میں مختلف احادیث بھی دی گئی ہیں اور اشعار بھی جن سے توسل کے عقیدے پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

حدیث ضریر۔ رقم الاحادیث ۷۲۳۷ و ۷۲۳۸ صفحہ ۳۴۹ از جامع الاصول فی احادیث الرسول ﷺ، امام ابن اثیر الجزری۔ جز ۴ جس کو تین مشہور مکتبوں نے شائع کیا ہے۔ مکتبۃ الحلوانی، مطبعة الملاح، اور مکتبۃ دار البیان، اور حکی تحقیق عبدالقادر الارناؤوط نے کی ہے سند و تصدیق حدیث موجود ہے۔

امام ابن کثیر کی الجامع البسانید والسنن جلد ۱۹ طباعت دار الفکر بیروت پر رقم الحدیث ۲۹۶۵ صفحات ۲۴۰ و ۲۴۱ پر اولیائے کرام و ابدالِ شام والی حدیث کو علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ امام ابن کثیر نے ج ۲ حدیث ۵۱ صفحات ۳۳ و ۳۴ میں عمر و عباسؓ والی حدیث کو بھی روایت کیا ہے اور رواۃ البخاری فی صلاة الستسقا فی المناقب کا ناٹل دیا ہے۔

آدم علیہ السلام والی روایت جو عمرؓ سے بیان ہوئی اسکا ذکر کتاب الثقات ابن حبان رقم الحدیث ۶۵۰۲ صفحہ ۳۱۳ جز ۸۔ طباعت دار المعارف دکن الھند میں بھی درج ہے۔

علامہ الکافی کی کتاب الکرامات، میں ابن تیمیہ کے بیٹے کی روایت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ و عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے والی حدیث اور توثیق موجود ہے (بحوالہ مخطوطہ۔ اسکا عکس میرے پاس محفوظ ہے)۔

حدیث استسقا کا بی ذکر مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ رقم الحدیث ۱۵۰۹ (۱۳) از حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی۔ ط نعیمی کتب خانہ گجرات کے صفحات ۳۹۲ و ۳۹۱ پر درج ہے نیز رقم الحدیث ۱۵۱۰ (۱۴) پر یہ حدیث بھی درج ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا۔ جماعت انبیاء میں ایک نبی دمائے بارش کے لیے لوگوں کو باہر لے گئے۔ ایک چھوٹی پر گزرے جو اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھی۔ آپ نے فرمایا چلو اس چھوٹی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول ہوگی (بحوالہ دارقطنی)۔ مرقاة المفاتیح کے عربی ایڈیشن جز ۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت صفحہ ۵۵۹ باب الاستسقا کتاب الصلاة رقم الحدیث ۱۵۰۹ (۱۳) پر حدیث استسقا درج ہے۔ اور اسکی تشریح میں ملا علی قاریؒ نے واضح بیان دیا ہے۔

امام المحدث الفقیہ ابی عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن النعمان المزالی المراكشيؒ کی کتاب مصباح الظلام فی المستغنیین بخیر الانام کے صفحہ ۲۹ پر شیخ ابوالحسن علی بن ہارون بن علی سے ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں آدم علیہ السلام کے توسل کا ذکر ہے بلکہ یہ تک لکھا ہے کہ آپ ﷺ نوح علیہ السلام کا بھی وسیلہ بنے۔ عربی اور ترجمہ نیچے دیا جا رہا ہے۔

فرماتے ہیں:۔ وبہ توسل آدم فی ذنبہ۔ وتشفعت بمقامہ حواء۔ وبہ توسل نوح فی طوفانہ۔ فاجیب حین طغی علیہ الماء

ترجمہ:۔ آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے سلسلے میں آپ کا وسیلہ پکڑا۔۔۔ اور حضرت حوا نے آپ کے مقام کو سفارش بنایا۔۔۔۔۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے دور کے طوفان میں آپ کا وسیلہ پکڑا۔۔۔ اور جب پانی نے سرکشی دکھائی تو توسل قبول کیا گیا۔

اسی قصیدے میں مزید یہ بھی درج ہے کہ (ترجمہ)۔۔۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی۔۔۔ و مقبول ہوئی تو آپ کا بلند مرتبہ مزید بلند ہو گیا۔۔۔۔۔ اور آپ ہی کے وسیلے سے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا مقبول ہوئی۔۔۔ جبکہ آزمائش نے مصیبت کے وقت موت کے کنارے پر پہنچا دیا تھا۔۔۔۔۔ اور آپ ہی کے وسیلے سے حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل کر پائے۔۔۔ جب انہوں نے دعا کی اور اندھیرا چھٹ گیا۔۔۔۔۔ مزید یہ بھی لکھا ہے۔۔۔۔۔ اور جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی تو حضرت یعقوب علیہ السلام دوبارہ بینا ہو گئے اور روشنی لوٹ آئی۔۔۔۔۔ آپ ہی کے وسیلے سے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں اقتدار ملا۔۔۔ جبکہ مصیبت انہیں موت کے قریب لے جا چکی تھی۔۔۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش آپ کی بدولت منادی گئی اور ان کی دعا و گریہ وزاری قبول ہوئی۔۔۔ آپ ہی کے وسیلے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس آگ سے۔۔۔ نجات پائی جس کے شعلے دشمنوں نے بھرا کئے تھے۔۔۔۔۔ اور آپ ہی کی بدولت حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عظیم ذبیحہ فدیہ دیا گیا۔۔۔ قرآن پاک کی گواہی کے مطابق ان کے لینے فدیہ تھا۔۔۔۔۔ اور جب موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء آئی تو وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے ہی طور پر کامیاب ہوئے۔۔۔ اور تورات کے الفاظ آپ کی بعثت کی گواہی دیتے ہیں۔۔۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف کرتے ہیں۔۔۔ اسی طرح آپ کی برکت سے حضرت یحییٰ علیہ السلام معصوم قرار پائے۔۔۔ حالانکہ وہ پہلے ہی گھٹیا گناہ سے انکاری تھے (یعنی بری الذمہ تھے)۔۔۔ اور آخری سطر میں تحریر ہے کہ۔۔۔۔۔ حضرت مریم نے آپ کے سر سے توسل کیا۔۔۔ تو مخلوق میں ان کی شان زندگی کا عطا کرنا ہو گیا۔

حوالہ حدیث ضریر:۔ المنتخب من مسند عبد بن حمید۔ للامام حافظ ابی محمد عبد بن حمید (متوفی ۵۲۴ھ) صفحہ ۴۷۱ و ۴۸۱ رقم الحدیث ۴۹۳ باب نمبر ۴۹ (عثمان بن حنیفؒ) طباعت از عالم الکتب یکی مسند احمد بن حنبل مکتبہ رحمانیہ لاہور جلد ۷ رقم الحدیث ۴۳۷۳ و ۴۳۷۴ اور درج ہے۔ اور اسکی بھی سند صحیح ہے۔

وہابیوں کے استاد احمد محمد نور سیف ج اس کتاب مسند الفاروق رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تالیف ابن کثیر ہے اور حکومت مملکت العربیۃ السعودیۃ کی وزارت تعلیم نے چھاپا ہے صفحہ ۲۴۸ پر حدیث استغفار موجود ہے۔ اور لکھا ہے کہ اسکی اسناد جید ہیں (وہذا الاسناد جید) صفحہ ۱۵۷۔ اس کتاب میں متعدد مقامات پر ایسی احادیث کا ذکر ہے۔

قضائے حاجات کے لیے قبر انور شریف پر حاضری دے کر جب درود شریف پڑھا جائے تو ملائکہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیک یا فلان لم تسقط لك حاجة (یعنی تم پر بھی سلامتی ہو اے فلاں شخص تمہاری حاجت پوری ہوئی)۔ یہ خیر القرون سے یا محمد کہنے کا بھی ثبوت ہے۔
حوالہ۔ القربة الى رب العالمين بالصلاة على محمد سيد المرسلين۔ تالیف الامام ابی القاسم خلف بن عبد المالك بن بشکوال۔ صفحہ ۱۲۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

برصغری وہابیہ کے مشہور عالم نواب صدیق حسن قنوجی ثم بھوپالی نے عون الباری لحل ادلة البخاری جز ۲۔ حدیث الخامس صفحہ ۱۱۴ پر حدیث عمر و عباس دے کر اسکی ثقاہت پر مہر ثبت کر دی ہے اور یہ کتاب الناشر دار الرشید حلب سوریا نے نشر کی ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ کی ایک اور تصنیف لطیف قطف الازہار فی کشف الاسرار۔ وزارة الاوقاف دولة القطر زیر تحت آیت سورۃ النساء ۶۴ صفحات ۲۰، ۲۱، پر بھی توسل اور استغفار نبی یعنی (مفارش کا تذکرہ موجود ہے)۔

رسالة فی اثبات وجود النبی فی کل مکان رحمۃ اللہ علیہ۔ العارف باللہ سیدی حسین بن محمد الشافعیؒ میں لکھا ہے کہ آپ کو وجود مسعود تمام کائنات پر حاوی ہے اور تمام عالم کا مشاہدہ فرماتے ہیں، اور بے شک کہ انبیاء و اولیا کا وسیلہ پیش کرنا صحیح ہے۔ اور ان کو کون و مکال پر تصرف حاصل ہے۔

مولانا عیسیٰ رومیؒ کی مشاہد الانفاسیہ۔ کے قلمی نسخے میں بھی توسل اور استعانت و شفاعت کا عقیدہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ مکاشفہ لائبریری اور رائٹر کے پاس اسکے عکس محفوظ ہیں۔

سیرۃ حلبیہ کے اردو ترجمہ جلد ۱۲ از محمد اسلم قاسمی دیوبندی طباعت دار الاشاعت کراچی کے جلد اول نصف آخر صفحہ ۴۹ پر آدم علیہ السلام کے وکیل کا ذکر موجود ہے۔

کتاب شواہد النبوة جو کہ حضرت العلام نور الدین عبد الرحمن جامی قدس سرہ العزیز کی مشہور تصنیف ہے اس کے صفحہ ۱۸۹ پر طے سے حدیث اعرابی کا ذکر موجود ہے۔ طباعت مکتبۃ النبویہ لاہور پاکستان۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۲ پر امام جامیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت حارث بن ضمہ کہتے ہیں جنگ احد میں جب حضور ﷺ گڑھے میں گرے تو میں آپ کے پاس ہی موجود تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے عبد الرحمن بن عوف کو دیکھا ہے؟ میں نے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ پہاڑ کی ڈھلوان سے نیچے اتر رہے تھے تو مشرکین نے انہیں گھیر لیا۔ میں ان سے الجھنے لگا تو آپ ﷺ کو دیکھ کر ادھر آگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ملائکہ عبد الرحمن بن عوفؓ کی مدد کر رہے ہیں۔ جناب حارثؓ کہتے ہیں: میں پھر وہاں گیا تو عبد الرحمنؓ کے گرد سات مشرکین کے لاشے پڑے تھے۔ میں نے دو کی طرف اشارہ کر کے کہا ان کو آپ نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! دو کو میں نے قتل کیا مگر باقی پانچ کو ایک نامعلوم شخص نے قتل کیا ہے۔ حضرت حارثؓ نے کہا: صدق اللہ ورسولہ ﷺ۔

یعنی ثابت ہوا کہ اللہ کی عطا سے اور اس کی قرآنی حکم کے مطابق انبیاء، صالحین و فرشتے و جبریل علیہ السلام بھی مددگار ہیں اور یہ سب اللہ ہی کی عطا سے مدد کرنے پر قادر ہیں۔

دیوبند کے ہی ادارے دارالاشاعت کی چھاپنی شعب الایمان (اردو ترجمہ) جو کہ امام ابی بکر احمد بن الحسین البیہقیؒ کی تصنیف لطیف ہے اور جمکات ترجمہ دیوبندیوں کے ہی مولانا قاضی ملک محمد اسماعیل نے کیا ہے اس کی جلد ۳ صفحہ ۳۹۳ تا ۳۹۴ (روضہ رسول ﷺ پر سفارش کی درخواست) رقم الحدیث ۴۱۷۸ میں اعرابی کی حدیث ذکر کی گئی ہے۔ اسی کتاب کا عربی حوالہ یہ رہا۔۔۔ الجامع لشعب الایمان۔ مکتبۃ الرشدریاض صفحہ ۲۰ رقم الحدیث ۳۸۸۰۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ کی تہذیب سیر اعلام النبلا۔ از موسستہ الرسالة بیروت میں صفحہ ۴۶۹ پر ابو علی الغسانی سے روایت درج کی گئی ہے کہ جب بھی سمرقند میں بے اوقات قحط ہوتا تو امام سمرقند جو کہ ایک نیک شخص تھے وہ عوام کو لے کر سیدنا امام بخاریؒ کی قبر انور پر حاضری دیتے اور ان کے توسل و صلے سے بارش کی دعا مانگتے اور اللہ ان پر بارشیں برساتا اور یہ بات سمرقند میں مشہور ہے۔ یہی بات تراجم الامم الکبار اصحاب السنن والآثار للامام ذہبیؒ بدارالکتب میں بھی موجود ہے۔ یعنی ثابت ہوا کہ صرف نبی ﷺ ہی نہیں صرف صحابہ ہی نہیں بلکہ تمام تر نیک عباد اللہ الصالحین کی کیمیگری میں جو جو آتے ہیں ان کا توسل کرنا سلف الصالحین کا عمل ہے کوئی بدعت نہیں۔ جس کو اس دور کے بعض گمراہوں نے بدعت کفر یا شرک (معاذ اللہ) قرار دے رکھا ہے اپنی مذہبی دکانداری چمکانے کی خاطر۔

حدیث عمرو عباسؓ کا ایک اور حوالہ سبل السلام شرح بلوغ المرام من جمع ادلة الاحکام للشیخ اسماعیل الیمنی

الصنعانی جز ۲ صفحہ ۵۶۰ رقم الحدیث ۴۸۲ پر بھی درج ہے۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ کے واقعے کا ذکر مسند الدارحی ج ۱ صفحہ ۲۲۷ رقم الحدیث ۹۳ پر موجود ہے اور اس کے رجال پر لکھا ہے (رجالہ ثقات۔ وهو موقوف علی عائشة)۔ دار المعنی للنشر والتوزیع۔ نیز انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور کی سنن داری اردو ایڈیشن کے باب ۱۵ صفحہ ۱۳۳ و ۱۳۴ پر بھی یہ حدیث دی گئی ہے اور اس کی بھی تخریج میں وہی لکھا ہے جو پہلے گزر چکا۔

وہابیوں کی ہی چھاپی سنن ابن ماجہ انگریزی ایڈیشن کی ابواب اقامة الصلوات والسنة فیہا صفحہ ۳۲۹ رقم الحدیث ۱۳۸۵ پر حدیث ضریر کا ذکر ہے اور خود انہوں نے بھی اس کی تخریج میں لکھا ہے (اسنادہ صحیح)۔ از صفحہ ۳۳۰۔ دار السلام ریاض

دیوبند وہابیہ وغیرہ کے مکتبے کی چھاپی سنن ابن ماجہ شریف مترجم (ترجمہ مولوی محمد قاسم امین) ج ۱ صفحہ ۲۲۹ رقم الحدیث ۱۳۸۵ پر حدیث ضریر اور اس کی تصدیق موجود ہے۔

امام ذہبیؒ کی تجرید اسماء الصحابة۔ صفحہ ۱۷۱، باب ۱۳ (التوسل والاستغاثة والاستشفاع برسول اللہ ﷺ) پر شدید الفاظ میں امام ذہبیؒ نے ابن تیمیہ کی خرافات کا رد فرمایا ہے اور اس کو بالکل جائز اور عین اسلام قرار دیا ہے۔ طباعت دار المعرفة للنشر والتوزیع بیروت لبنان۔

حافظ المورخ امام ذہبیؒ کی تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام۔ عہد الخلفاء الراشدین ۱۷۱ھ ہجری کے واقعات کے باب میں حدیث عباسؓ کا حوالہ صفحہ ۱۶۵ پر درج ہے۔ طباعت کنندہ دار الکتاب العربی بیروت لبنان۔ تحقیق دکتور عمر عبدالسلام تدمری۔ استاذ جامعة القری۔ اور امام ابن اثیر سے بھی یہ روایت صفحہ ۱۶۹ پر ذکر کی گئی ہے۔

امام شیخ حنین بن محمد بن الحسن الدیاربکریؒ کی مشہور تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس جز ۱ ص ۲۰۷ طبع قدیم موسسة شعبان للنشر وتوزیع بیروت میں نبی کریم ﷺ کے بارے لکھا ہے (وصاحب الوسيلة) (وصاحب الشفاعة)۔

تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۴۳۱ خلافت صدیقی کے حالات وواقعات کے باب میں میدنا خالد بن ولیدؓ کی (یا محمد) کہہ کر پکارنے والی حدیث کا ذکر موجود ہے۔ طباعت نفیس اکیڈمی پاکستان۔ ایسے ہی البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۱۲۶ سن ۱۸ھ کے واقعات کے باب میں درج ہے کہ

ترجمہ:۔ پھر سیف نے عن مبشر بن الفضل عن جابر بن صخر عن عاصم بن عمر بن خطابؓ سے روایت کی ہے کہ عام الرمادہ میں مزینہ کے ایک شخص سے اس کے اہل نے کہا کہ وہ ان کے لیے ایک بکری ذبح کر دے، اس نے کہا کہ ان میں کوئی چیز باقی نہیں ہے، انہوں نے اس سے اصرار کیا تو اس نے بکری ذبح کر دی، کیا دیکھتے ہیں کہ اسکی ہڈیاں سرخ ہو گئی ہیں، اس نے کہا یا محمد! اور جب شام ہوئی تو اس نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی جو اسے فرما رہے تھے:۔ زندگی میں شاد کام ہو، اور حضرت عمرؓ کے پاس جا کر انہیں میرا سلام کہو، نیز انہیں کہنا، میں نے آپ کو عہد کا پورا کرنے والا اور عہد کا سختی سے پابند بنایا ہے، اے عمرؓ عقلمندی سے کام لیجئے۔ اسی صفحہ پر یہ قبر انور سے بارش یعنی حدیث اعرابی کا ذکر بھی موجود ہے۔ پھر صفحہ ۱۲ پر حدیث استسقاء بھی درج ہے اور اسکی بھی اسناد صحیح قرار دی گئی ہیں۔۔ جلد ۶ و ۷ تاریخ ابن کثیر۔ نفیس اکمیڈمی کراچی پاکستان۔ تاریخ طبری جلد ۴ حصہ اول امیر معاویہؓ سے شہادت حسینؓ تک۔ کے باب میں صفحہ ۲۳۲ پر زینب بنت فاطمہؓ کا قول بھی درج ہے کہ جس وقت وہ اپنے بھائی کی لاش پر پہنچیں تو کہتی تھی (وا محمد! وا محمد! یعنی) (یا رسول اللہ، یا رسول اللہ)۔

حدیث استسقاء کا ذکر حجة الله على العالمين از امام نہانی صفحہ ۸۶۴ طباعت دار الفکر بیروت پر بھی درج ہے۔

امام ابی عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد العبدی الفاسی المالکی الشہیر بابن الحاج۔ نے توسل کے حق میں یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے اور اسکو دار المصطفیٰ نے چھاپا ہے۔ آپ صفحہ ۱۲ پر امام ابن حجرؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ توسل عین صحابہ سے ثابت ہے اور پھر وہی حدیث اعرابی کا اور دیگر کا ذکر ہے۔

نبی کریم ﷺ سے مدد مانگنا (توسل کرنا) صحابہ کا عمل ہے اور اس پر اجماع امت ہے۔ حوالہ۔ حاشیۃ الطحطاوی۔ از امام احمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفیؒ باب الاستسقاء جلد ۱ صفحہ ۲۶۱ طباعت قدیمہ دار مصطفیٰ البابی مصر۔

حضرت الامام المحدث احمد بن علی بن حجر العسقلانی کی مشہور فتح الباری بشرح صحیح بخاری جز ۳ صفحہ ۴۵۴ ابواب الاستسقاء کی رقم الاحادیث۔ ۹۸۳ (۱۰۰۸)، ۹۸۵ (۱۰۰۹)، ۹۸۶ (۱۰۱۰)۔ طباعت عبدالعزیز بن آل سعود وزارت میں وسیلہ پر مستند احادیث کے ساتھ سلف کا عقیدہ مندرج کیا گیا ہے۔ اس میں علیؓ کے مشہور شعر ابی طالب، اور سفید چہرے کے توسل سے بارش کا ایک اور حوالہ اور انسؓ سے روایت شدہ عمرو عباسؓ والی حدیث استسقاء بھی موجود ہے۔

امام ابی حفص عمر بن علی الانصاری الشہیر بابن الملقنؒ نے اپنی تصنیف غیاۃ السؤل فی خصائص الرسول ﷺ صفحہ ۲۷۴ پر درج کیا ہے کہ (لا تخاطبوا یا احمد یا محمد، ولكن یا نبی اللہ یا رسول اللہ توقیر آلہ) یعنی (نبی کریم ﷺ کو) (بد تمیزی سے) اے احمد، اے محمد) کہہ کر مخاطب مت کرو مگر (یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہہ کر) توقیر (عزت) کے ساتھ پکارو۔ صفحہ ۲۷۴ دار البشائر الاسلامیہ

یہ جو ابن تیمیہ اور اسکے بعد اسکے پیروکاروں نے (یا رسول اللہ) کہنے والوں کو بدعتی یا بریلوی کا خطاب دے رکھا ہے اسکے بارے میں ایک گواہی پیش ہے کہ جسکے بعد پتہ چل جائے گا کہ ان کی بات کی کتنی اہمیت ہے۔ مشہور مورخ شیخ ابن بطوطہ اپنی تحفة النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار۔ صفحہ ۱۱۱ ط۔ دار احیاء العلوم بیروت پر ابن تیمیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

ابن تیمیہ اگر چہ حنبلی تھا لیکن اسکی عقل میں اکثر فتور آجاتا تھا اور یہ کہ اس نے اللہ کے بارے میں یہودہ بات کی تھی کہ اللہ یوں عرش سے اترتا ہے جیسے میں منبر سے اتر رہا ہوں۔ (یعنی اللہ کے لیے تجسیم کا شرک) اور اسی وجہ سے علما سے مناظرہ سے ناکام ہو کر بھاگنے پر اسکو خلیفہ ناصر نے دیگر گمراہ عقیدوں کی وجہ سے (جیسے زیارت نبوی ﷺ کو شرک کہنا وغیرہ، تجسیم، توسل کا انکار) پر قلعہ بند کرنے کا حکم دیا جہاں اسکی موت واقع ہو گئی۔

نوٹ۔ اس صفحہ پر وہابی محقق نے اپنی طرف سے شیخ ابن بطوطہ کی اس تاریخی گواہی پر لاف و گزاف مارنے کی بھی کوشش کی ہے مگر تاریخ کے طالب علموں کو الفت سے ی تک معلوم ہے۔ نوٹ۔ یہ بھی یاد رہے کہ ائمہ کرام نے تجسیم کو (یعنی اللہ کے لیے جسم ماننے) کو شرک فرمایا ہے اور ماضی میں یہ کام زنادقہ اور جھمیہ کے فرقہ خوارج کا تھا امام احمد بن حنبلؒ نے محسمیوں کا رد بھی کتب میں فرما رکھا ہے اور ایک مخطوطہ جسکا عکس میرے پاس محفوظ ہے جسکا نام ہے (الرد علی الزنادقہ والجهمیة) نامی کتاب کے قلمی نسخہ میں موجود ہے۔

شرح الشفا للقاظمی عیاضؒ جو کہ امام ملا علی قاری الہرودی الحنفیؒ کی تصنیف و شرح شفا ہے اسکے جز ۲ صفحات ۷۲ و ۷۳ طباعت۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان پر درج ہے:-

کہ ایک بار خلیفہ ابو جعفر منصور مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو وہاں باتوں کے دوران اس کی آواز بلند ہو گئی تو امام مسجد مالکؒ نے خلیفہ کو کہا (یا امیر المؤمنین) اپنے لہجے کو دھیمار کھیں کیونکہ قبر النبی ﷺ کا قرب مانع ہے اونچی آواز سے بات کو۔ پھر امام نے خلیفہ کو آیات قرانیہ سے سمجھایا اور تنبیہ کی، جب خلیفہ نے وہاں حاضری کے طرق سمجھنے چاہے تو انہوں نے کہا کہ آپ ویسے ہی وسیلہ نبی ﷺ اور آدم علیہ السلام (والا واقعہ) مانگیں کیونکہ تمام حاجات کی قبولیت کے لیے تیر بہدف ہے۔۔۔ پھر مزید چند باتوں کے بعد یہ کہا کہ چونکہ آدم علیہ السلام بھی قیامت کے روز نبی ﷺ کے جھنڈے تلے ہوں گے اسلئے (واستشفع بہ) (شفاعت طلب کرو) (یعنی توسل چاہو) اپنی مراد پانے تک اور پھر سورہ النسا کی وہ آیات ذکر کی گئی ہے جس میں وسیلہ کا ذکر ہے (خلاصہ عبارت)۔ باب فی تعظیم امرہ و وجوب توقیرہ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلف الصالحین کا بھی یہی طریقہ تھا کہ وہ اپنی مناجات و حاجتوں میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا وسیلہ پیش کرتے تھے۔

دارالکتب العلمیۃ بیروت پر لکھتے ہیں۔ (وانتم محتاجون الیہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ فی شفاعتہ لکم، ولما نالکم ببرکۃ رسالتہ ویمن سفارتہ من شرف الدنیا والآخرۃ)۔ یعنی درود شریف کے تناظر میں امام قسطلانی فرما رہے ہیں کہ ہم پر فرض ہے کیونکہ ہم انکی شفاعت کے محتاج ہیں۔

اور ہم سنی مسلمان کہ جو اکثر جمعہ کے دن درود و سلام پڑھتے ہیں اور توسل کے اشعار پڑھ جاتے ہیں ان پر اعتراض کرنے والوں کو اپنے مولانا محمد زکریا سہارنپوری کی فضائل درود شریف صفحہ ۶۸۲۔ فضائل اعمال عکسی جلد اول۔ اسلامک بک سروس پر دیکھ لیں جہاں انہوں نے لکھا ہے کہ (اور یہ تو محقق ہے کہ حضور ﷺ ان کا سلام سن رہے ہیں)۔ یعنی جن کو پکارا جا رہا ہے وہ سن رہے ہیں اسی کتاب میں (الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ) کے الفاظ بھی جاہ بادر ج ہیں۔ تو اگر (صرف یا اللہ) کہنا سنیت ہے اور (یا محمد، یا رسول اللہ) کہنا بریلویت تو ان کے اپنے مولانا کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔

اب ذرا لگے ہاتھوں انہیں توسل کے منکر حضرات کی ایک اور کتاب کا حوالہ تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں؛
مولوی یعقوب نانوتوی صاحب کے (فضائل و کرامات) بیان کرتے ہوئے حکایت نمبر ۳۶۶ و ۳۶۷ پر لکھتے ہیں؛۔

فرمایا کہ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے، وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاؤ و بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لیجا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلو اوں تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادہ بہت تیز مزاج تھے) کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہوگئی یاد رکھو کہ اگر اچکے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالینگے۔ ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتے پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لیجانا بند کر دیا۔ (اختتام حکایت نمبر ۳۶۶)۔

تبصرہ۔ غور فرمائیے کہ یہ وہ دیوبندی حضرات ہیں کہ جو اولیائے کرام کی کرامتوں کو (بریلویت) قرار دیتے ہیں مزارات، قبور پر جانے والے کو برا سمجھتے ہیں، جی یہ وہی لوگ ہیں جو کہ نبی ولی سے کسی قسم کی مدد کو (کفر شرک بدعت) قرار دیتے ہیں اور یہاں اپنے گھر کے مولوی کا یہ عالم کر دیا کہ وہ بعد از مرگ لوگوں جو جاؤے و بخار میں مبتلا ہیں انکی مٹی کے ذریعے مدد کرنے پر قادر ہے۔ کیا اس پر انکے اپنے عقیدے کے مطابق (قبر پرستی) کا الزام نہیں لگے گا؟۔ پورے ایمان سے ان کے تمام عقائد کو ذہن میں تازہ کر کے اپنے دل سے پوچھیں کہ آیا یہ حکایت فقط جھوٹ و افتراء یا ڈرامہ بازی نہیں کہی جائے گی؟۔ یا ان کے ہی عقائد کے مطابق اسکو پیر پرستی نہیں کہا جائے گا؟۔ کیونکہ انہیں لوگوں کے دیوبندی عقیدے

کے مطابق (جو مر گیا وہ مٹی ہو گیا۔ بحوالہ مولوی اسماعیل دہلوی صراط مستقیم فارسی و دیگر کتب)۔ تو جو مٹی ہو گیا اور جو اللہ بھی نہیں ہے پھر وہ کیسے غیر اللہ ہو کر دوسروں کی مرنے کے بعد مدد پر قادر ہوا؟۔ یہاں مفتیان دیوبند کی زباں کیوں چپ ہو جاتی ہے؟۔ اگر یہی عقیدہ کوئی اور مسلمان کسی سچے ولی اللہ کے لئے رکھے یا صحابی یا نبی کی قبر سے یہی عقیدہ رکھے تو وہ (بریلوی) کہلائے گا؟۔ اور اگر یہ لوگ اپنے گھر کے بزرگوں کے لئے یہ حکایتیں بیان کریں تو وہ عین اسلام ہو گا؟۔

ایک اور اہم بات یہ بھی ہے کہ دیوبندی عقیدے کے مطابق مردہ چاہے ولی ہو یا کوئی ہو وہ کسی کی مدد پر قادر نہیں بدتمیزی کا اظہار دیکھئے کہ اپنے والد کے ساتھ صاحبزادے کیا فرما رہے ہیں کیا یہی اسلامی تعلیمات ہیں؟۔ اور چالائی کہ انتہا تو یہ ہے کہ پہلے قبر کی مٹی کا شفا بخش ہونے کا ڈھونگ رچایا پھر شاید خیال آیا کہ کوئی سنی مسلمان چیک کرنے نہ چل پڑے تو فوراً ہی کرامت کا یہ کہہ کر ناطقہ بند کر دیا کہ اب کوئی برکت نہیں رہی۔ تو جناب سوال یہ ہے کہ صاحبزادے کو غیب کا علم کیسے ہو گیا جبکہ دیوبند کے عقیدے کے مطابق غیب صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہے؟۔ یہ وہ چند بنیادی سوالات ہیں جو کوئی بھی شخص ذرا غور کرنے سے سمجھ سکتا ہے۔ آگے پڑھیے

حکایت نمبر ۳۶۔ فرمایا کہ میرٹھ مطبع مہتابائی میں ایک مقام پر مولانا محمد یعقوب اور مولانا محمد قاسم ایک جگہ ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ مگر مولانا نو تو توئی تو نیچے کے درجے میں تھے اور مولانا محمد یعقوب اوپر کے درجہ میں تھے کہ ایک رٹڈ اپنی چھو کری کو جو سیانی تھی اپنے ہمراہ لائی اور مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ؟ اس قدر مشہور نہ تھے کسی نے ان ہی کا پتہ دیدیا) عرض کیا کہ یہ میری چھو کری ہے اور مدت سے بیمار چلی جا رہی ہے۔ میری اوقات بسر اسی پر ہے۔ آپ اسے تعویذ یاد عا کر پکھنے مولانا محمد قاسم نے یوں چہا کہ نہ تو میری وضع میں فرق آئے نہ اسکی دلکشی ہو اس سے فرمایا کہ اوپر ایک بزرگ ہیں تم ان کے پاس لیجاؤ۔ یہ اوپر پہنچی۔ مولانا یعقوب نے پوچھا کیا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میری یہ لڑکی ہے اسکو مرض ہے اور میری اسی پر کمائی ہے۔ آپ دعایا تعویذ کر دیجئے۔ مولانا محمد یعقوب نے نہ معلوم دعائی یا تعویذ دیا، اور اسے رخصت کر کے نیچے تشریف لائے اور پوچھا کہ اسے کس نے بھیجا ہے؟ مولانا محمد قاسم خاموش ہو گئے۔ تو فرمانے لگے کہ بڑے متقی نکلے۔ اپنے تقوے کی اس قدر حفاظت اور میرے پاس خلوت میں بازاری عورت کو بھیج دیا۔ اپنے نفس پر کس کو اعتماد ہے۔ خدا کے فضل سے اسکی چھو کری کو آرام ہو گیا تو وہ مٹھائی لائی اور سیدھی اوپر مولانا کے پاس پہنچی۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضرت آپکی دعا سے میری لڑکی کو صحت ہو گئی۔ یہ مٹھائی شکر یہ میں لائی ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ رکھ دو۔ چنانچہ وہ رکھ کر چلی گئی۔ مولانا نیچے تشریف لائے اور فرمایا کہ حرام کمائی کی ہے، اسکا کھانا حرام ہے۔ مساکین کا حق ہے انہی کا حق نہیں۔ جس کا دل چاہے لیلے (ہمارے حضرت نے فرمایا دیکھئے شریعت و طریقت سب جمع کر دی)۔

حوالہ:- ارواح ثلاثہ صفحات ۳۲۲ و ۳۲۳۔ ناشر مکتبہ تہانوی دیوبند یو۔ پی۔ انڈیا از مولانا سید ظہور الحسن کمولوی بخاشی مولانا

تہانوی

تبصرہ:۔ اب اس پر کیا تبصرے کیئے جائیں، کہ ان کے مولویان حضرات کے پاس رنڈیاں فخر سے آتی ہیں، اب یا تو ان کی حکایات بیشتر جھوٹی ہیں اور یا پھر ان کے کردار ہی ایسے ہیں۔ یعنی ایک حضرت اپنا تقویٰ بچانے کے لیئے دوسرے حضرت کو پارسل کر دیتے ہیں اور دوسرے حضرت کے کارنامے پر لکھا ہے کہ ہمارے حضرت نے شریعت و طریقت سب جمع کر دی۔ یعنی پنجابی میں جو کہتے ہیں کہ (مقنن بنا دتا)۔ اللہ ہی ہدایت دے۔

دیوبند کے ہی اکابرین سے توسل پر چند مزید حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:۔

مدد کراے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
قصائد قاسمی مطبوعہ مراد آباد صفحہ نمبر ۸۔

علمائے دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں:۔
میری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ۔۔۔۔۔ بس اب چاہو یا ڈباؤ یا تراو یا رسول اللہ
کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۲۰۵ طبع کراچی۔

یا رسول کبریا فریاد ہے۔۔۔ یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل۔۔۔ اے میرے مشکل کشا فریاد ہے
کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۹۰ طبع کراچی

مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:۔

یا شفیع العباد خذیدی۔۔۔ انت فی الاضطرار معتمدی
دستگیری کیجئے میرے نبی۔۔۔ کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف۔۔۔۔۔ اے میرے مولیٰ خبر لیجئے میری

نشر الطیب صفحہ ۱۹۴۔

مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جو کہ ان کے پیرومرد ہیں ان کی کتاب شمائے امدادیہ اردو ترجمہ نفحات مکیہ من مآثر امدادیہ جو کہ حاجی صاحب کی ملفوظات ہیں۔ اس کے صفحہ ۶۲۴۔ کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ مغربی پاکستان۔ طباعت قدیم پر درج ہے کہ:-

اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں، میرے تمام اعمال میں فساد نیت موجود رہتی ہے۔ البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و انکساری محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجتا رہا ہوں۔۔۔۔۔ اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعہ دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہو سکتی۔ (اختتام عبارت)۔ یعنی درود و سلام کا وسیلہ پیش کرنا یاد دہانہ اور دوسرے الفاظ میں نبی کریم ﷺ سے توسل۔

سوال: کیا حاجی صاحب بھی احمد رضا خان بریلوی کے ماننے والے تھے؟ یاد یوبند کے اب وہ عقیدے نہیں جو ان کے بزرگوں یا اسلاف کے اور جو کہ صوفیوں اور بریلویوں کے بھی تھے۔ اسی کتاب پر حاجی صاحب کے نام کے ساتھ (حنفی، چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی) بھی لکھا ہے۔ یعنی پکے پکے بریلوی ٹھہرے حاجی صاحب تو؟۔

اب دعا کو ختم کر کے یہ دعا۔ ہو رجو ع اب جانب خیر الورا
گر تو طالب ہے رسول اللہ کا۔۔۔ چل پکڑ دامن رسول اللہ کا
کر وسیلہ او سکواے امداد تو۔۔۔ وصل سے حق کے ہوتا دل خاد تو
جو کہ اے امداد اللہ کا وصل۔ بے وسیلہ او سکے چاہے ہی محال
بے وسیلہ کا وسیلہ ہی وہی۔۔۔ بلکہ سارونکا وسیلہ ہے وہی

حوالہ: کلیات امدادیہ۔ از حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ۔ صفحہ ۵ طباعت قدیم در مطبع قیومی واقع کانپور انڈیا۔ باب مشنوی تحفۃ العشاق۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اگر دیوبندی حضرات کے اپنے بزرگ (یا رسول اللہ مدد کہیں) تو وہ مسلمان کہلائیں گے لیکن اگر کوئی اور مسلمان

(یا رسول اللہ مدد کہے) تو وہ (بریلوی بدعتی کہلائے گا)۔ اسی طرح اگر یہ خود نبی کو دستگیر نہیں تو یہ مسلمان ٹھہریں گے لیکن اگر کوئی مسلمان نبی یا ولی کو دستگیر کہے گا تو وہ مشرک کہلائے گا۔ اگر کوئی مسلمان کہے (یا رسول اللہ انظر حالنا۔ یا حبیب اللہ اسمہ قالنا۔ اننی فی بحر غم مغرق۔ خذیدی سہل لنا اشکالنا) تو وہ بریلوی ہوگا لیکن اگر خود یہ لوگ (یا شفیع العباد خذ بیدی) کہیں تو وہ عین اسلام یعنی خود جو انکے اکابرین کے الفاظ ہیں اگر ان کے موجودہ عقائد کا اطلاق ان پر ہی کیا جائے تو سب سے بڑے بدعتی مشرک اور کافر کہلائیں گے۔ صد حیف اے غیرت ایمانی

وسیلہ ڈھونڈنے کو (غیر اللہ سے مدد) کا لقب دینے والوں نے اپنے شیوخ کی کتب میں خود اسکا حکم دے رکھا ہے۔ جیسے امداد السلوک فصل ۱۰ میں لکھا ہے

اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور حق تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔
اس کتاب پر چار دیوبندی علما کی تحریرات ہیں جیسے رشید گنگوہی، مولانا حافظ محمد ضامن، مولانا عاشق الہی میرٹھی اور مولانا زکریا سہارنپوری۔ طباعت۔ دارالکتاب دیوبند یو پی انڈیا۔

ایسے ہی دیوبند کے ایک اور مشہور مولانا جناب سید مناظر احسن گیلانی نے اپنی مقالات احسانی میں یہ اشعار درج کئے ہیں

اے خاتم پیغمبر۔ یا قاسم الکونین۔ اے سرور ہر سرور، اے رہبر ہر رہبر
آقائے کرم گستر۔ آمد بدرت بنگر۔ آمد بدرت بنگر نے مونس و نئے یاد
حوالہ:- مقالات احسانی صفحہ ۴۲۹ ادارہ مجلس علمی کراچی۔

اسی کتاب میں نعتوں میں بار بار گاتار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناصرف (یا) کہہ کر نداء دی گئی ہے پکارا گیا ہے بلکہ بار بار ان سے دستگیری بھی طلب کی گئی ہے۔

مکاتیب رشیدیہ جو کہ دیوبند کے مولانا رشید گنگوہی کی تصنیف ہے اسکے مکتوب نمبر ۸۴ میں لکھا ہے۔

خرقہ مشائخ تبرک رہتا ہے اور گاہ گاہ اسکو تھوڑی دیر کو بنظر حصول برکت زیب بدن کر لیا پھر باد رکھ دیا گاہ پہننے کی برکت بدن و قلب پر اثر کرتی ہے۔ صفحہ ۹۱ طباعت ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور پاکستان۔

کے صفحات ۲۸ و ۲۹ پر لکھا ہے۔۔۔ (گویا کہ پرندہ پہلے ہی سے اس کے مبارک جسم سے حصولِ برکت کا منتظر تھا)۔ (واقعہ کانائٹل ہے ہارون رشید کے صاحبزادے کا واقعہ)۔

مترجم انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ ۵۵ پر لکھتے ہیں کہ پیر یعنی (مرشد) اپنے مرید کے باطن میں تصرف رکھتا ہے۔ طباعت قدیمہ در مطبع احمد واقع دہلی انڈیا۔ یعنی جب ایک پیر کا یہ درجہ ہے کہ وہ اختیار رکھتا ہے تو ظاہر ہے اختیار کرنا مدد کرنا ہی کہلاتا ہے۔ اور بیشک کہ یہ اللہ ہی کی عطا سے ہے۔ بنیاد یونہی نے شاہ ولی اللہ پر شرک یا بریلویت کا کوئی فتویٰ دیا ہے؟۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی فتاویٰ عزیزی کامل۔ صفحہ ۱۲۰۵ پیچ ایم سعید کمپنی کراچی پر صاحب قبر سے مدد حاصل کرنے اور صاحب مزار اولیائے کرام سے فیض حاصل کرنے کا اقرار کیا ہے۔ اور قبر پر حاضری کے طریقے واستفادہ کیسے کیا جائے وہ بھی بیان فرمایا ہے۔ نیز صفحہ ۲۰۶ پر جواب میں لکھا ہے۔۔۔۔۔ (آخر سورۃ تک پڑھے اور زبان سے کہے۔۔۔۔۔ کہ اے میرے حضرت فلاں کام کے لینے درگاہ الہی میں دعا اور التجا کرتا ہوں۔ آپ بھی دعا کریں اور سفارش کے ذریعہ سے میری مدد کریں۔ پھر قبہ کی طرف منہ کر کے اپنی حاجت کے لینے اللہ تعالیٰ سے دعا و التجا کرے)۔

خود وہابیہ کے ابن تیمیہ نے مجموعۃ الفتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴ صفحات ۲۳۰، ۲۳۱، و ۲۳۲ دار الباز ایڈیشن پر اولیائے کرام کی کرامات اور استمداد وغیرہ کو مانا ہے۔ اور احادیث سے تذکرہ بھی کیا۔ (والجواب: ان صالح البشر لهم مثل ذلك واكثر منه۔ یکفیک من ذلك شفاعۃ الشافع المشفع فی المذنبین وشفاعة فی البشر کی بحاسبوا، وشفاعة فی اهل الجنة حتی یدخلوا الجنة۔ ثم بعد ذلك نفع شفاعۃ الملائکة)۔

ایسے ہی ایک اور مشہور حدیث متعدد کتب احادیث میں بیان کی گئی ہے کہ جس کو حدیث ساریہ کا نام دیا جاتا ہے کہ میدنا عمر بن خطاب نے حضرت ساریہؓ کو آواز دے کر (یا ساریۃ الجبل) (یعنی اے ساریہ پہاڑ کی اوٹ لو) پکارا جبکہ آپ خود مدینہ شریف میں تشریف فرما تھے اور میدنا ساریہؓ اس سے کوسوں دور (مقام نہاوند) میں جہاد میں مصروف تھے۔ اور جب دشمن نے حملہ کیا تو آپ نے صدادے کرا نہیں پہاڑ کی طرف متوجہ کیا۔ حدیث کے مطابق، حضرت عمرؓ کی صد اکو سب نے منا اور اس پر شہادت دی۔ یہ حدیث ثبوت ہے کہ ناصر و انبیائے کرام علیہم السلام اللہ کی عطا سے مدد کرتے ہیں بلکہ ان کے صحابہ و اولیاء بھی۔ یہاں جو حدیث کا حوالہ دیا جا رہا ہے اس کے مزید حوالے آگے درج کینے جائیں گے۔

تخریج الاربعین السلمیۃ فی التصوف۔ تصنیف الحافظ محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوی متوفی ۹۰۲ھ۔ اور اسکی سند حسن ہے۔ صفحات

سیدنا علیؑ کے اشعار، وسیدنا عمرو عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین والی حدیث استفتاء طلبہ الطلبة فی الاصطلاحات الفقہیہ۔ امام نجم الدین ابی حفص عمر بن محمد النسیؒ (متوفی ۵۳۷ھ) صفحہ ۸۹۔ کتاب الصلاۃ دار النفاۃ بیروت لبنان میں بھی درج ہے۔

غیر مقلدوں کے مشہور مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی الرحیق المختوم۔ ترجمہ اردو۔ از المکتبۃ السلفیہ، لاہور کے صفحہ ۲۹۶ پر لکھا ہے۔

ادھر اللہ نے فرشتوں کو وحی کی کہ، "انی معکم فثبتوا الذین امنوا سأل فی قلوب الذیب کفروا الرعب۔۔۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم اہل ایمان کے قدم جماؤ، میں کافروں کے دل میں رعب ڈال دوں گا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی بھیجی کہ: "انی حمدکم بالف من المملکۃ مردفین (۹۱۸)۔ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔۔۔۔۔" (ٹائٹل: فرشتوں کا نزول)۔۔۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ایک جھپکی آئی۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا: ابو بکر خوش ہو جاو یہ جبریلؑ ہیں گرد و غبار میں اٹے ہوئے۔ ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: ابو بکر خوش ہو جاو تمہارے پاس اللہ کی مدد آگئی۔ یہ جبریل علیہ السلام ہیں، اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اور اس کے آگے آگے چلتے ہوئے آرہے ہیں اور گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہیں۔

سوال۔ کیا سلفیوں کے اپنے عالم کی بات ثابت نہیں کرتی کہ بے شک واحد مددگار اللہ ہے اور اسکی ہی عطا سے اسکے محبوب بندے، فرشتے، انبیاء و صالحین دوسروں کی مدد پر قادر ہوتے ہیں۔ کیا جبریل اور دیگر فرشتے غیر اللہ نہیں؟۔

صحابہ کے ہی عملِ توسل پر ایک اور حدیث پیش خدمت ہے۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ جو کہ سیف الاسلام تھے انہوں نے آقائے دو جہاں ﷺ کے بال مبارک اپنی ٹوپی میں (بطور تبرک) رکھے ہوئے تھے جسکی برکت سے اللہ نے ہمیشہ ان کو فتح فرمایا۔ (حوالہ: بزوائد المسانید الثمانیہ۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ صفحہ ۷۶ جلد ۳ دار المعرفۃ بیروت)۔

نیز فیض الباری اردو ترجمہ فتح الباری (ابن حجرؒ) شرح صحیح بخاری چھاپ۔ مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور جلد ۱ صفحہ ۱۲ پر مترجم غیر مقلدیت علامہ محمد ابوالحسن سیالکوٹی نے لکھا ہے۔

نے فرمایا ہے کہ:-

بحرمة حبیبك الذی علمته دقائق حقائق محبتك صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور۔۔ صفحہ ۳ قلمی نسخہ پر (ذکر مناجات بحضرت
محبیب الدعوات ﷺ) کے ماتحت لکھا ہے۔۔۔۔۔ بحرمت میدالکونین یارب۔ بحرمت آل اوبی مین یارب۔۔۔۔۔ بحرمت میدالکونین خواہم
۔۔۔۔۔ مرا از راہ باطل وہ پناہم۔۔۔۔۔ بایمان ختم عمرم خیر کردان۔۔۔۔۔ بحرمت میدالکونینی حق دان،،،،، نجاتم باشفاعت نکوکاران۔۔۔۔۔ نصیبم کن بموج بحر
غفران

حوالہ: کچول نامہ فارسی مخطوطہ۔ از ڈاکٹر غلام محمد ڈاہری (پی ایچ ڈی لیچرر گورنمنٹ مہران ڈگری کالج موڑ و مندھ)۔

دور تابعین سے ایک روایت پیش ہے کہ

الرقۃ والبکاء میں ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ اہل مکہ پر ایک وقت شدید قحط طاری ہوا تو وہ سب استسقاء کی نیت سے مسجد الحرام میں اکٹھے
ہوئے اور باب بنی شیبہ پر غلام اسود سے استسقاء کی دعا کروائی گئی جس پر حضرت ابن المبارکؓ کا فرمان ہے کہ فوری طور پر بارش شروع ہوئی اور
سب بارش میں بھیگ گئے۔

حوالہ: الرقۃ والبکاء۔ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامة المقدسی ص ۳۴۴ دار القلم دمشق و
الدار الشامیۃ بیروت۔

ومیلہ اور تبرکات کی وساطت سے مدد پر ایمان و یقین تمام ائمہ سے بھی ثابت ہے مثلاً

قال الامام احمد: وكان عندي شعرات من شعر النبي ﷺ قد صررت بها في كم قميصي، فجاء بعض القوم الى
قميصي، ليخرقه، فقال له المعتصم: لا تخرقوه انزعوه عنه؛ وانما درى عن القميص الخرق ببركته شعر النبي
و: وشدو يديه فتخلعا، ولم يزل احمد يتوجع منها حتى مات۔

ترجمہ و تفصیل:- یہ خلیفہ ابوحنیفہؒ کے باب میں ذکر امام احمد ہے کہ جب خلیفہ نے (خلق قرآن) کے انکار پر آپ کو تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔۔۔۔۔
ترجمہ۔ امام احمد نے فرمایا: میرے پاس نبی ﷺ کے بالوں سے کچھ بال ہیں جن کو میں نے اپنی قمیص کی آستین میں باندھ رکھا ہے تو بعض
لوگ میری قمیص جلانے کے لیے آئے تو معتصم نے انہیں کہا کہ اسے جلاؤ نہیں۔ بلکہ اسکو اتار لو اور اس قمیص پر آگ نبی ﷺ کے بال مبارک
(شعرات النبی) کی برکت کی وجہ سے اڑ نہیں کرتی تم اس کے ہاتھ مضبوط باندھ کر اتار لو۔

حوالہ: حیاۃ الحیوان الکبریٰ۔ از امام علامہ کمال الدین بن موسیٰ الدمیری (متوفی ۸۰۸ھ)۔ ص ۲۴۲ الجز الاول

یعنی جب نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کی اتنی برکتیں اور توسل ہو سکتا ہے تو مکمل شان رسالت کیسے بدعت ہو گیا؟ یہ امر سوچنے کے لیے کافی ہے اگر سوچ ہو تو۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۷ و ۲۷۸ پر درج ہے کہ:-

وحکی: ان الامام الشافعی رضی اللہ عنہ، لما کان بمصر، رای فی المنام سید المرسلین ﷺ، وهو یقول له: بشر احمد بن حنبل بالجنة، علی لبوی تصیبه، فانه یدعی الی القول بخلق القرآن فلا یجیب الی ذلك، بل یقول: هو منزل غیر مخلوق۔ فلما اصبح الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب صورة ما رآه فی منامه، وارسله مع الربیع الی بغداد، الی الامام احمد، فلما وصل الی بغداد، قصد منزل احمد، استاذن علیه، فأذن له، فلما دخل علیه قال له هذا کتاب اخیک الشافعی، فقال له هل تعلم ما فیہ؟ قال: لا، ففتحه وقرأه وبکی، وقال ما شاء اللہ، لا قوة الا باللہ، ثم اخبره بما فیہ، فقال: الجائزة، وکان علیه قمیصان، احدهما علی جسده، والاخر فوقه، فنزع الذی علی جسده ودفعه الیه، فاخذہ ورجع الی الشافعی، قال له الشافعی: ما اجازک؟ قال: اعطانی القمیص الذی علی جسده، فقال: اما انا فلا افعلک فیہ، ولكن اغسله اثنی بمائه: فغسله واتاه بالها، فافاضه علی سائر جسده۔

ترجمہ:- بیان کیا جاتا ہے کہ امام شافعیؒ جب مصر میں تھے تو رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں (احمد بن حنبل کو ایک آزمائش میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جنت کی بشارت دو۔ اسے قرآن کو مخلوق کہنے کی طرف دعوت دی جائے گی مگر وہ یہ بات قبول نہیں کرے گا بلکہ کہے گا یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور مخلوق نہیں ہے)۔ جب صبح ہوئی تو امام شافعی نے اپنے خواب کا نقشہ ربیع کو دیکر بغداد میں امام احمد بن حنبلؒ کے پاس بھیجا۔ جب وہ بغداد پہنچے اور احمد بن حنبل کے گھر کا ارادہ کیا اور اجازت لے کر ان کے پاس پہنچے تو کہا کہ یہ آپ کے بھائی شافعی کا خط ہے تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس میں کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو انہوں نے خط کھولا اور پڑھ کر رونے لگے اور کہنے لگے ما شاء اللہ لا قوة الا باللہ یعنی جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اللہ کی مدد کے بغیر ہم میں کوئی طاقت نہیں۔ پھر جو کچھ خط میں تھا وہ انہیں بتایا تو انہوں نے آپ سے انعام مانگا اس وقت امام محترم نے دو قمیصیں پہنی ہوئی تھیں۔ ایک آپ کے جسم پر اور ایک اس کے اوپر تو آپ نے انہیں اپنی وہ قمیص دے دی جو آپ اپنے جسم پر پہنے ہوئے تھے تو انہوں نے وہ لے لی اور واپس امام شافعیؒ کے پاس آگئے۔ تو امام شافعی نے کہا کہ تمہیں انہوں نے انعام کیا دیا ہے انہوں نے بتایا کہ آپ نے مجھے وہ قمیص دے دی جو آپ کے جسم پر تھی تو امام شافعی نے فرمایا میں تجھ سے قمیص لے کر تجھے گہرا ہٹ یا پریشانی میں نہیں ڈالتا۔ بلکہ اسکو دھو کر اسکا پانی مجھے لا کر دے دو۔ تو انہوں نے قمیص دھو کر اس کا پانی لا کر امام شافعیؒ کو دیا۔ تو انہوں نے اسکو اپنے سارے جسم پر بہا دیا۔ (یعنی حصول برکت)۔

اس حکایت سے یہ بات دوبارہ سے عیاں ہو جاتی ہے کہ نہ صرف انبیائے کرام بلکہ صلحائے امت بھی ہمارا واسطہ وسیلہ ہیں اور اسی لیے وہ جو کپڑے پہنتے ہیں، وہ جس زمین پر تشریف رکھتے ہیں وہ تمام کی تمام اللہ کی عطا سے برکتوں والی ہو جاتی ہے۔ اور یہ عمل صحابہ سے بھی منقول ہے متعدد احادیث میں کہ جس میں نبی کریم ﷺ کی قمیص مبارک، ان کے بال مبارک، ان کے لعاب مبارک بول و بزار مبارک سب کچھ حصول برکت کا ذریعہ ہیں۔ اور اس حکایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام احمد کی قمیص کی برکتیں امام شافعی نے حاصل فرمائی جیسا کہ آگے ایک اور حوالہ بیان کیا جائے گا جس سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ یہی امام شافعیؒ نے امام الاعظم ابوحنیفہؒ کی قبر مبارک پر جا کر تو سل کیا اور باقاعدہ یہ انکا معمول تھا کہ جب بھی کسی پریشانی یا علمی مسئلہ کا شکار ہوتے تو امام الاعظمؒ کی قبر مبارک پر جا کر دو رکعت نماز پڑھتے اور ان کے تو سل سے دعا مانگتے تو اللہ ان کو فوراً حل فرما دیتا۔

تاریخ بغداد مدینۃ السلام از خطیب بغدادی میں درج ہے:-

قال سمعت الحسن بن ابراهيم ابا علي الخلال يقول: ما هبني امر فقصدت قبر موسى بن جعفر ففتوسلت به الا سهل الله تعالى لي ما احب.

یعنی۔ ابوعلی الخلالؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جب مجھ کو کوئی مشکل پیش آتی تو میں حضرت موسیٰ بن جعفرؒ (امام موسیٰ کاظم) کے مزار پر حاضر ہو کر ان کا تو سل پیش کرتا تو اللہ تعالیٰ میری مراد بر لاتا۔

حوالہ:- تاریخ مدینۃ السلام۔ امام حافظ ابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی۔ جلد ۱ ص ۴۲۲ باب ما ذکر فی مقابر بغداد۔ دار الغرب الاسلامی بیروت ایڈیشن۔

اسی کتاب یعنی تاریخ بغدادی کے صفحہ ۴۴۴ و ۴۴۵ میں لکھا ہے:-

حضرت ولی کامل معروف کرخیؒ کی قبر انور کے متعلق لکھتے ہیں:- یقول: سمعت ابراهيم الحربي يقول: قبر معروف الترياق المجرب۔۔۔ یعنی حضرت معروف کرخیؒ کی قبر تریاق مجرب ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے۔۔۔۔۔ قال: سمعت ابي يقول: قبر معروف الكرخی مجرب لقضاء الحوائج۔۔۔ یعنی آپ کی قبر مبارک قضائے حوائج کے لیے مجرب ہے۔ اور سومر تہ قول ہو اللہ پڑھ کر جو دعائیں ان کی قبر کے قریب کیجائے وہ مقبول ہوتی ہے۔ اسی صفحہ پر امام اعظمؒ کی قبر کے متعلق امام شافعیؒ کا عقیدہ کچھ یوں بیان فرمایا ہے کہ۔

انی لا تبرک بأبي حنيفة واجئ الى قبره في كل يوم يعنى زائر اذا عرضت لي حاجة صليت ركعتين وجئت الى قبره وسألت الله تعالى الحاجه عنده فما تبعد عني حتى نقضى۔

ترجمہ: میں ابو حنیفہؒ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں، ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آجاتی ہے دو رکعت (۲) نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، دعا کے بعد مراو بر آنے میں دیر نہیں لگتی۔

یہاں یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ ابن تیمیہ وہ پہلا بد نصیب تھا جس نے ان چیزوں کا انکار کیا اور اسکے بعد آجکے دور میں اسکے پیروکار جیسے دیوبند اور وہابیہ وغیرہ نے اسی روش کو قائم رکھا ہوا ہے حالانکہ امام محدث الکوثریؒ نے (محقق القول فی مسئلۃ التوسل) میں اس واقعہ کی سند کو صحیح بتایا ہے۔ اور خود حافظ خطیب بغدادیؒ کی طبیعت امام اعظمؒ کے فضائل و مناقب کے سلسلہ میں کسی ایسی روایت کے بیان کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی کہ جس کی سرے سے کوئی حقیقت نہ ہو۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں وہاں کے علمائے کرام محدثین و اولیائے کرام کے مقابر کے حالات میں ایک مستقل باب عنوان قائم کیا ہے۔ جس کے الفاظ ہیں (باب ما ذکر فی مقابر بغداد المخصوصۃ بالعلماء والزہاد) اور پھر اسی عنوان کے تحت وہاں کے مشہور مقبروں کا تفصیل کے ساتھ تعارف کرایا ہے جو کچھ بیان کیا ہے اسکی اسناد بھی ساتھ ہی نقل کر دی ہیں۔ امام شافعیؒ کا یہ واقعہ اور قول بھی موصوف نے باسناد ہی نقل کیا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس اسناد کے راویوں میں سے اکثر حضرات کا ترجمہ خود انہوں نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے۔ اور انکی توثیق بھی کی ہے۔ چنانچہ اس روایت کے پہلے راوی حنین مہمری کے متعلق لکھتے ہیں۔۔۔ (وکان صدوقاً) (وہ صدوق ہیں یعنی سچے ہیں)۔ اور دوسرے راوی عمر بن ابراہیم ابو حفص المقرئ کے متعلق ان کی تصریح ہے (وکان ثقة) (وہ ثقہ تھے) (بحوالہ ج ۱۱ ص ۲۹۹)۔ تیسرے راوی مکرم بن احمد کے بارے میں لکھتے ہیں۔۔۔ (وکان ثقة۔۔۔ ج ۱۳ ص ۲۲۱)۔۔۔ اور اسکے آخری راوی علی بن یسمن کا تذکرہ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے اور انکو بھی ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب ج ۷ ص ۳۸۹)۔ یہ واضح رہے کہ قاضی ابو بکر مکرم بن احمد نہایت ثقہ راوی شمار کیئے جاتے ہیں اور محدث حاکم نیمابوری صاحب المستدرک علی الصحیحین کے کبار شیوخ میں شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ مستدرک میں حاکم نے ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں اور جابجا ان کی روایات کو صحیح کہا ہے اور حاکم کی تصحیح کو حافظ ذہبیؒ نے بھی تلخیص مستدرک میں قبول کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ مستدرک الحاکم۔ ج ۱ ص ۲۱۴ و ۲۵۹ و ۳۲۲ و ۴۱۵ و ۴۲۳ و ۵۱۱ اور جلد ۲ ص ۹۲، ۱۰۲، ۱۵۴ و ۱۵۵، ۲۵۴ و ۳۲۶ و جلد ۴ ص ۴۔ صفحات ۱۲۱ و ۱۲۱ اور ۱۶۲ و ۱۸۲ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۸۰ و ۳۲۶ و ۳۲۶ و ۴۸۰)۔ اسلئے دارقطنی کی کسی عبارت کا التماسیدھا مطلب سمجھ کر ان کو مجروح قرار دینا بڑی نادانی اور جسارت ہے۔

معسر بن کدام سے قول تھا کہ جو کوئی اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان ابوحنیفہؒ کو واسطہ کرے گا، مجھ کو امید ہے کہ اس کو خوف نہ ہوگا اور اس نے احتیاط کا حق ادا کر دیا۔ (بحوالہ امام الاعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے ناقدین از مولانا عبدالرحمن شعرانی (دیوبندی) ص ۸۳ دارالمصنفین ہند)۔

یعنی ثابت ہوا کہ ائمہ کرام نے بھی اپنی حیات میں صحابہ کی اور سنت نبوی کی پیروی میں توسل اور استعانت کو جگہ جگہ استعمال کیا۔ ان تمام محدثین

مفکرین مفسرین تابعین، جمع تابعین نے کبھی وسیلے کو (غیر اللہ کی مدد) نہ کہا اور نہ ہی سمجھا اور نہ ہی اس کے (کفر شرک بدعت) قرار دیا جیسا کہ آج کے خوارج میں اس بات کو کہا جاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں؛

بہت سے مشائخ و علمائے ثقات نے حصولِ مراد کفایتِ مہمات و قصائے حاجات و دفعِ بلیات و کشفِ کربات صحتِ امراض و مضائق و شدائد سے نجات پانے کے لیے بخاری شریف کو پڑھا اور اس کا ختم کیا تو ان کی مرادیں حاصل ہوئیں اور اپنے مقاصد میں کامیابی پائی اور ختمِ بخاری شریف ان کی مرادوں کو بر لانے کے لیے تریاقِ مجرب ثابت ہوا۔

یہ ایسی بات ہے کہ علماء حدیث کے نزدیک شہرت اور استفاضہ کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ میر جمال الدین محدث نے اپنے استاد سید اصریل الدینؒ سے نقل کیا ہے کہ قریباً ایک سو بیس بار میں نے ختمِ بخاری اپنے وقائع اور مہمات اور دوسرے لوگوں کے لیے کیا جس مہم کے لیے ختمِ بخاری کیا اپنے انجام کو پہنچی اور مقصود حاصل ہوا۔ علماء میں یہ بات حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہے کہ ختمِ بخاری جس پریشانی سختی میں کیا جائے اس سے نجات ہو جاتی ہے جس کشتی اور گھر میں یہ کتاب ہو، اللہ تعالیٰ اس کو غرق اور آگ سے محفوظ رکھتا ہے۔ ثقہ علماء کے نزدیک یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ امام بخاری متعجب الدعاء تھے اور انہوں نے بخاری کے قاری کے لیے دعائی ہے۔ (بحوالہ اشعة للبعات، جلد اول و فتح الباری)۔ نیز اس بات پر خود منکرین تو سل یعنی دیوبند کا بھی عمل ہے وہ ہمیشہ ختمِ بخاری کرتے بھی ہیں اور کرواتے بھی ہیں اور اسی بات کی تصدیق ان کے اپنے مولانا روح اللہ نقشبندی غفوری نے اپنی کتاب آفتابِ بخارا کے صفحات ۶۴ و ۶۵ پر کر رکھی ہے جس کو مکتبہ عمر فاروق کراچی پاکستان نے شائع کیا۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ قبر انور کی کھڑکی کھول کر بارش کی دعا مانگی جاتی تھی اور یہ کام صحابہ کرتے تھے جن سے زیادہ کسی کو اسلام کا علم نہیں اور جو کہ لمحہ بہ لمحہ آنحضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ اسی پر علامہ قاضی زین الدین مراغی لکھتے ہیں؛ کہ قحط کے وقت روشندان کا کھولنا اس وقت تک اہل مدینہ کا طریقہ ہے۔ وہ قبہ خضراء مقدسہ کے اسفل میں بجانب قبہ کھول دیتے ہیں اگرچہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل رہتی ہے۔ اسی پر حضرت العلامة سمہودیؒ نے لکھا ہے۔ آج کل اہل مدینہ کا طریقہ یہ ہے کہ حجرہ شریفہ کے گرد جو مقصورہ ہے اس کا وہ دروازہ جو حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کے سامنے ہے کھول دیتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں۔

فتوح الشام میں حدیث بیان کی گئی ہے کہ:-

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے فہرین سے حضرت کعب بن ضمیرہ کو ایک ہزار سوار دے کر فتح حلب کے لیے روانہ کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ ادھر یوقنا حاکم حلب کو اسکے جاسوسوں نے خبر دی کہ عرب ایک ہزار کی جمیعت کے ساتھ تمہارے شہر کی فتح کے ارادہ سے آ رہے ہیں اور وہ شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہیں۔ یوقنا نے لشکر کو تیار کر کے آدھا اپنے ساتھ لیا اور آدھا کین گاہ میں مقرر کیا جب حضرت کعب کی نظر یوقنا کے لشکر پر پڑی تو اپنے لشکریوں سے کہا کہ میرے اندازے میں دشمن کا پانچ ہزار کا لشکر ہے، جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ غرض مقابلہ ہوا یہاں تک کہ مسلمانوں کو فتح میں کا یقین ہو گیا۔ مگر اسی اثناء میں کین گاہ سے یوقنا کا لشکر نکل آیا۔ جس کے سبب لشکر اسلام کا ایک گروہ بھاگنے لگا۔ دوسرے گروہ نے اہل کین کا مقابلہ کیا۔ تیسرا گروہ کعب کے ساتھ تھا جو مسلمانوں کے لیے بڑے بے چین تھے اور ان کو بچانے کے لیے کوشش کر رہے تھے اور گردا گرد ادد دیتے ہوئے یوں پکار رہے تھے۔

یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انز۔ یا معشر المسلمین اثبتوا انما ہی ساعة ویاتی النصر وانتہ الاعلون۔
یعنی۔ یا محمد! یا محمد! اے نصرت الہی نزول فرما۔ اے مسلمانوں کے گروہ ثابت قدم رہو۔ یہی ایک گھڑی ہے مدد آنے والی ہے۔ تمہارا ہی بول بالا ہے۔

حوالہ: فتوح الشام مطبوعہ مصر جز ۱ ص ۱۵۱۔

اسی فتوح الشام میں حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہ بن قرط صحابی کے ہاتھ اپنا خط ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے نام یرموک بھیجا اور سلامتی کی دعا کی۔ عبداللہ جب مسجد سے نکلے تو خیال آیا کہ مجھ سے خطا ہوئی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ شریف پر سلام عرض نہیں کیا۔ اس لیے وہ روضہ نبویؐ پر حاضر ہوئے۔ وہاں حضرت عائشہ صدیقہؓ، اور حضرت علیؓ بن ابی طالب و عباسؓ حاضر تھے۔ امام حسنؓ حضرت شیر خدا سیدنا علیؓ کی گود میں اور حضرت امام حسینؓ حضرت عباسؓ کی گود مبارک میں تھے۔ حضرت عبداللہ نے حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ سے عرض کیا کہ کامیابی کے لیے دعا فرمائیں۔ ہر دو نے روضہ شریفہ پر ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:-

اللہم انا نتوسل بہذا النبی المصطفیٰ ﷺ والرسول المجتبیٰ الذی توسل بہ آدم فاجیبت دعوتہ وغفرت خطیئہ سہل علی عبداللہ طریقہ واطولہ البعید واید اصحاب نبیک بالنصر انک سمیع الدعاء۔
یا اللہ ہم اس نبی مصطفیٰ ورسول مجتبیٰ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ جن کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہو گئی۔ اور انکی خطا معاف ہو گئی کہ تو عبداللہ پر اسکا راستہ آسان کر دے اور اپنے نبی کے اصحاب کی مدد فتح سے کر دے۔ بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔

اسکے بعد حضرت علیؓ نے عبداللہ سے فرمایا کہ اب جاییں۔ اللہ تعالیٰ حضرت عمر و عباس و علی و حسن و حسین و ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ (ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی دعا کو رد نہ کرے گا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں اس نبی کا وسیلہ پکڑا ہے جو اکرم المخلوق ہیں۔ (از فتوح

علامہ ابن عبد البر مالکیؒ کی استیعاب میں درج ہے کہ:-

مہیشم بن عدی نے ذکر کیا ہے کہ بنو عامر (قبیلۃ نابغہ جعدی) بصرہ میں کھیتوں میں مویشی چرایا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ان کے طلب کرنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے ابو موسیٰؓ کو دیکھتے ہی یوں آواز دی۔ یا آلِ عامر! یہ سن کر نابغہ جعدی بھی اپنی قوم کے ساتھ نکلا۔ ابو موسیٰ نے اس سے پوچھا کہ تم کس واسطے نکلے ہو؟ نابغہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنی قوم کی دعوت قبول کی ہے۔ اس پر ابو موسیٰ نے نابغہ کو تازیانے لگائے۔ نابغہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں۔ (ترجمہ)۔۔۔ اگر تو ابنِ عفان کا امین ہے۔ تو اس نے تجھے مہربان امین نہیں بھیجا۔ اے قبر نبی کی اور آپ کے دو صاحب کی دیکھنا اے ہمارے فریاد رس! کاش آپ سنیں۔

حضرت نابغہ جعدیؓ صحابی ہیں۔ آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے تشدد کا استغاثہ حضور سید عالم ﷺ اور حضرت ابو بکر و عمر (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے کیا ہے اور (یا غوثا! یعنی ہمارے فریاد رس) کہہ کر پکارا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم پڑا کہ آجکل کے خوارج جو عوام کے دماغوں میں اپنی مذہبی دکانداری و کاروبار کی خاطر یہ زہر ڈالتے رہتے ہیں کہ (غوث) صرف اللہ ہی کی ذات ہے اور اگر کوئی کسی انسان کے لیے (غوث یا غوث الاعظم) کہتا ہے تو وہ یا تو بریلوی ہوتا ہے یا بدعتی کافر و مشرک تو یہ ان کے منہ پر صحابہ کا تھپڑ ہے جو کہ ان کو دوبارہ تجدید اسلام و تجدید عقائد اسلام کی طرف تنبیہ کرتا ہے۔ ہم حنفیوں کے امام، حضرت الامام الاعظم ابو حنیفہؒ بھی اپنا حال بارگاہ رسالت میں یوں عرض کرتے ہیں۔

ترجمہ: اے سید سادات! میں قصد کر کے آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کی خوشنودی کا امیدوار اور آپ ﷺ کے سبزہ زار میں پناہ گزیں ہوں۔ آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کبھی کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی۔ میں آپ کے جود و کرم کا امیدوار ہوں۔ آپ کے سوا خلقت میں ابو حنیفہ کا کوئی سہارا نہیں۔

یہاں سوال ان جھوٹے حنفیوں (خوارج دیوبند) سے بنتا ہے کہ جو رسول اللہ علیہ السلام و صالحین امت کو اللہ کی عطا سے مددگار ماننے کے انکاری بھی ہیں اپنے امام کی توہین بھی کرتے ہیں (جو کہ فی الحقیقت ان کے امام ہی نہیں) اور پھر خود ساختہ حنفی بھی بنتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن جزولیؒ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ ہر سال دکھنے لگتی۔ ایک سال مدینہ منورہ میں بھی دکھنے لگی۔ میں نے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر دعائی! یا رسول اللہ! میں آپ کی حمایت میں ہوں اور میری آنکھ دکھ رہی ہے۔ پس مجھے آرام آگیا اور آنکھ ہمیشہ کے لیے تندرست ہو گئی۔

علامہ ابن حاج مالکیؒ (متوفی ۷۴۳ھ)۔ وہ اپنی کتاب مدخل میں زیارتِ قبور کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں:-

ترجمہ:۔ پھر زائر اپنی قضائے حاجات اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے ان قبر والوں یعنی ان میں سے صالحین سے توسل کرے۔ پھر اپنی ذات کے لیے اور اپنے والدین و مشائخ و اقارب و اہل مقابر کے لیے اور مسلمان مردوں اور زندوں کے لیے اور قیامت تک ان کی اولاد کے لیے اور اپنے غائب بھائیوں کے لیے دعا کرے اور ان اہل قبور کے پاس اللہ تعالیٰ سے عاجزی و زاری سے دعا کرے اور بار بار انکو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا وسیلہ بنائے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ بنایا اور بزرگ بنایا اور گرامی بنایا۔ پس جس طرح اس نے دنیا میں ان کے ذریعہ فائدہ پہنچایا، آخرت میں اس سے زیادہ نفع پہنچائے گا۔ جو شخص کوئی حاجت چاہے اسے چاہیے کہ ان کے پاس جائے اور ان سے توسل کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں اور شرع میں ثابت و معلوم ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی کتنی مہربانی و توجہ ہے اور وہ کثیر و مشہور ہے اور مشرق و مغرب میں علما و اکابر قدیم سے ان کی قبروں کی زیارت کو مبارک سمجھتے رہے ہیں اور ظاہر و باطن میں اسکی برکت محسوس کرتے رہے ہیں۔

علامہ نور بخش توکلیؒ نے اپنی مشہور سیرت رسول عربی ﷺ میں لکھا ہے:۔
امام ابو عبد اللہ بن نعمانؒ اپنی کتاب سفینۃ النجاة میں یوں لکھتے ہیں:۔
اصحاب بصائر و اعتبار کے نزدیک یہ امر ثابت ہے کہ صالحین کی قبروں کی زیارت بغرض تبرک و حصول عبرت پسندیدہ ہے۔ کیونکہ صالحین کی برکت ان کی موت کے بعد بھی اسی طرح جاری ہے جیسا کہ ان کی زندگی میں تھی اور آئمہ دین میں سے ہمارے علمائے محققین کے نزدیک صالحین کی قبروں پر دعا کرنا اور ان سے طلب شفاعت کرنا معمول بہ ہے۔
از سیرت رسول عربی۔ علامہ نور بخش توکلی ص ۸۳۰

توسل کی مختصر اقسام۔

۱۔ توسل بالذات یعنی اللہ تعالیٰ سے خود براہ راست دعا کرنا۔ جیسے یا اللہ میری فلاں مصیبت کو اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں قبول فرما۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورہ البقرہ آیت ۱۸۶ میں رب نے فرمایا:

ترجمہ:۔ اور اے محبوب ﷺ جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں اور کہیں راہ پائیں (ترجمہ کنزالایمان)۔ خوارج زمانہ توسل پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت سے براہ راست دعا کرنا ثابت ہے تو پھر کسی دوسرے سے دعا کرانے یا مزارات پر جانے کی ضرورت نہیں:۔

جواب اعتراض: ایک جماعت صحابہ نے جذبہ عشقِ الہی میں سید کائنات ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر نویدِ قرب سے سرفراز کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہو وہ اسکے دور والے سے ضرور بُعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے مکانی کی یہ شان نہیں۔ منازلِ قرب میں رسائی بندوں کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔ دعا عرضِ حاجت ہے اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر لبیکِ عبدی فرماتا ہے۔ مراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے۔ کبھی دعا کرنے والے میں صدق و اخلاص وغیرہ کی شرائط قبول دعا نہیں ہوتیں (تو دعا قبول ہونے میں دیر ہو جاتی ہے) اسی لیے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دعائیں کرائی جاتی ہیں۔ جبکہ دعا قبول ہونے کی چند شرائط بھی ہیں ترمذی کی حدیث شریف ہے کہ نماز کے بعد حمد و ثنا اور درود شریف پڑھے پھر دعا کرے۔ (بالعموم ہم میں حضورِ قلب خشوع و خضوع کا فقدان ہوتا ہے اسی لیے ہماری دعا قبول نہیں ہوتی)۔ عوام الناس کو بزرگوں کے پاس جا کر دعا کروانی چاہیے یا بزرگوں کے مزارات پر جا کر اس بزرگ کے توسل سے دعا کرے۔ یہ آسان اور بہتر طریقہ ہے۔ جو شرائط قبول دعا سے واقف ہے اور رزقِ حلال کھاتا ہے متقی پرہیزگار ہے بیشک براہِ راست دعا کر سکتا ہے۔ کیونکہ توسل ایک مستحب عمل ہے۔

۲۔ توسل بالدعا: یعنی کسی نیک بزرگ شخص کی بارگاہ میں حاضری دے کر اپنی حاجت برآری کے لیے دعا کرائے۔

۳۔ استمداد:-

خالق حقیقی مالک اور معطی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کی عطا و حکم سے کوئی شے ملتی ہے۔ وہ نہ دینا چاہے تو کسی میں قدرت نہیں کہ وہ کسی کو کچھ دے سکے۔ جیسا کہ متعدد روایات میں آچکا ہے کہ بیٹے کو ماں باپ ایک خادم کو اپنے آقا، معلم کو اپنے استاد اور رعایا کو اپنے حاکم کے ذریعہ ملتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جہاں اللہ تعالیٰ مالک حقیقی ہے وہاں ماں باپ، ضعیف العمر و مشائخ، آقا و استاد، اور حاکم مجازی مالک ہوتے ہیں۔ مجازی مالکوں سے مانگنے سے توحید اور ایمان میں نقص نہیں آتا اور نہ ہی اسلامی عقیدہ پر کوئی زد پڑتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کسی کو سبب یا وسیلہ جان کر اس سے مانگنا یعنی استمداد کرنا جائز ہے مگر سبب و وسیلہ سمجھنے کی بجائے اسے خود (حقیقی معطی اور معبود) سمجھ کر مانگنا بلاشبہ شرک ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے براہِ راست سوال کرنا کہ یا رسول اللہ آپ خدا کی عطا سے خزانوں کے مالک ہیں۔ نعمتوں کو تقسیم فرمانے والے ہیں۔ اپنے والدین شریفین، عم شریفین، نواسوں، لختِ جگر کا صدقہ اس مفلس بے یار و مددگار کی خالی جھولی مرادوں سے بھر دیجئے۔ آپ ﷺ کے دربار گہر بار سے کوئی سائل خالی نہیں گیا۔ اس طرح مانگنے کو استمداد یا استعانت کہتے ہیں۔

۴۔ توسل بالحسنات: یعنی نیک اعمال اچھے کام جو اللہ کو پسند ہیں ان کے واسطے سے دعا کرنا ان کی مدد سے اللہ سے مدد چاہنا ان کے توسل و وسیلہ سے اللہ سے مدد طلب کرنا بھی قسم توسل ہے کیونکہ اعمالِ صالحہ بھی مخلوقِ الہی ہیں۔ اور یہ بھی مخلوق سے مدد بہ طرق توسل ہے۔

۵۔ بزرگوں کے تبرکات سے توسل :-

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے ساتھ نسبت رکھنے والی اشیاء قابل تعظیم و تکریم ہو جاتی ہیں۔ اسکی سب سے بڑی مثال حج اکبر کے دوران صفا و مروہ کے چکر ہیں۔ کہ جہاں پر اسلام سے قبل بتوں کے لینے جگہیں مخصوص تھیں لیکن اسلام کی برکت اور توسل سے جب بتوں کو ہٹا دیا گیا تو یہی جگہیں مقبولانِ خدا کی برکتوں کے ظہور کا اظہار بن گئیں اور آج تک مسلمانوں کو ان اعمال کی یاد میں حج کے دوران طواف و چکر لگانا رکنا حج میں سے ہیں۔ جیسا کہ صفا و مروہ جو کہ حضرت حاجرہ کے واقعہ کا اظہار ہیں۔ چونکہ اللہ کی ایک مقبول بندی نے ان مقامات کو اپنے پیر مبارک سے سرفراز فرمایا تھا لہذا ان مقامات کو تبرکات کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اسکے علاوہ مقام ابراہیم بھی اسکی ہی ایک مثال ہے۔ اسکے علاوہ تابوتِ سکینہ کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے جس میں انبیائے کرام کے تبرکات تھے بنی اسرائیل ان کی مدد سے ہمیشہ اپنے دشمنوں پر فتح یاب ہوتے تھے۔ (حوالہ سورہ البقرہ آیت ۲۷۸)۔ ایسے ہی ناقۃ اللہ کی برکت ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ذکر ہوا کہ مدینہ منورہ سے توک جاتے ہوئے قوم ثمود کے علاقہ حجر میں اترے۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ یہاں کے کنوؤں کا پانی نہ لینا اور نہ پینا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے پانی پی لیا ہے اور آٹا گوندھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا پانی گرا دو اور آٹا اونٹوں کو کھلا دو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی پیئیں جس سے ناقۃ اللہ پانی پیا کرتی تھی (مسلم ص ۴۱۱)۔ ایسے ہی مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ فاتح سومنات حضرت سلطان محمود غزنویؒ نے اپنے مرشد کے خرقہ مبارک کے توسل سے اللہ سے فتح مانگی تو انہیں سومنات پر فتح حاصل ہوئی۔

یعنی معلوم ہوا کہ ناقۃ اللہ کی برکت سے وہ کنواں جس سے (اونٹنی) پانی پیا کرتی تھی مقدس ہو گیا اور صدیاں گزرنے کے باوجود اس کنویں کے پانی کی برکت میں کمی نہیں آئی۔ اس اونٹنی کا ذکر سورۃ ہود آیت ۶۴ میں درج ہے۔

ایسے ہی نبی کریم علیہ السلام کے آثار شریفہ کی تعظیم و توسل صالحین کے آثار سے توسل بھی جاتا ہے۔ اور کسی محدث مفکر مفسر صحابی تابعی تابعی ائمہ کرام میں سے کسی نے سلف و خلف میں سے بھی کسی نے ان کو (غیر اللہ سے مدد کا شرک کفر بدعت) نہیں کہا اور نہ ہی مسلمانوں کو ایسا عمل کرنے پر (بریلوی) یا (صوفی بدعتی) کا نام دیا۔ جو ایسا کرتے ہیں ان کو اللہ سے خوف کرنا چاہیے۔ ویسے بھی نبی کریم ﷺ کے آثار شریفہ سے برکات حاصل کرنا متعدد کتب میں خاص کر فضائل و سیرت کی کتب میں بیان ہیں۔

شارح بخاری حضرت علامہ قسطلانیؒ نے مواہب میں اپنا واقعہ کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

کئی سال مجھے ایک بیماری لاحق رہی جس کے علاج سے اطباء عاجز آ گئے۔ میں نے ۲۸ جمادی الاولیٰ ۸۹۳ھ کی رات میں مکہ مشرفہ میں نبی ﷺ سے استغاثہ کیا۔ (یعنی مدد چاہی) خواب میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے پاس ایک کانڈ ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ اذن شریف

نبوی ﷺ کے بعد حضرت شریفہ سے یہ احمد بن قسطلانی کی دوا ہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو واللہ میں نے اس بیماری کا کوئی نشان نہ پایا اور نبی ﷺ کی برکت سے شفا حاصل ہو گئی۔

علامہ قسطلانی نے اپنا دوسرا واقعہ بھی بیان فرمایا کہ میں زیارت شریف نبوی ﷺ کے بعد مصر آ رہا تھا کہ مکہ کے راستے میں ہماری خادمہ غزالہ خبثہ پر کئی روز آسیب کا اثر رہا۔ میں نے اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے استغاثہ کیا۔ خواب میں ایک شخص نظر آیا جس کے ساتھ ایک جن تھا۔ اس نے کہا اس جن کو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں نے اس جن کو ملامت کی اور اس سے حلف لیا کہ آئندہ اس خادمہ کے پاس نہ آئے گا۔ میری آنکھ کھلی تو خادمہ پر آسیب کا کچھ اثر نہ تھا گویا اس کو قید سے رہا کر دیا گیا ہے۔ وہ عافیت میں رہی۔ یہاں تک کہ میں نے ۸۹۴ھ میں اسکو علیحدہ کر دیا۔

علامہ یوسف نبہانی نقل فرماتے ہیں کہ کثیر بن محمد رفاعہ نے بیان کیا کہ ایک شخص عبد الممالک بن سعید بن خیار بن جبیر میرے پاس آیا۔ اس نے اس شخص کا پیٹ ٹولا اور کہا کہ تجھے لاعلاج بیماری ہے۔ اس نے پوچھا کہ بیماری کیا ہے؟ ابن جبیر نے کہا کہ دیبلہ (پیٹ کی ایک بیماری کا نام) میں کروہ لوٹ آیا۔ اور اس نے تین باریوں دعا مانگی۔

اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیئاً اللہم انی اتوجه الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربک وربی ان یرحمنی ہما بی رحمة یغیننی بہا عن رحمتہ من سواہ۔
اللہ اللہ اللہ میرا پروردگار ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ یا اللہ میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلے سے پیش ہوتا ہوں۔ یا محمد ﷺ! میں آپ کے اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ ﷺ کے وسیلے سے پیش ہوتا ہوں کہ وہ اس بیماری میں مجھ پر ایسی رحمت کرے جو کسی غیر کی رحمت سے مجھے بے نیاز کر دے۔

اس دعا کے بعد پھر ابن جبیر کے پاس گیا۔ اس نے اسکا پیٹ ٹولا تو کہا کہ تو تندرست ہو گیا ہے۔ تجھے کوئی بیماری نہیں (بحوالہ سیرت رسول عربی ص ۸۴۸ وحجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۷۹۰)۔

ابو عبد اللہ سالم معروف بہ خواجہ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دریائے نیل کے ایک جزیرہ میں ہوں۔ بنیاد دیکھتا ہوں کہ ایک مگر مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا۔ ناگاہ ایک شخص نے (جو میرے ذہن میں آیا کہ وہ نبی ﷺ ہیں) مجھ سے فرمایا کہ جب تو کسی سختی میں ہو تو یوں پکارا کر:

انا مستجیر بک یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ ﷺ میں آپکی پناہ کا طلبگار ہوں۔

اتفاق سے ان ہی ایام میں ایک نابینا نے نبی ﷺ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ میں نے اس سے اپنا خواب بیان کر دیا اور کہہ دیا کہ جب تو کسی سختی میں مبتلا ہوں تو یوں پکارا کر (انا مستجیر بک یا رسول اللہ ﷺ)۔ وہ روانہ ہوا اور رانغ پہنچا۔ وہاں پانی کی قلت تھی۔ اس کا خدمتگار پانی کی تلاش میں نکلا۔ راوی کا قول ہے کہ اس نابینا نے مجھ سے ذکر کیا کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی۔ میں پانی کی تلاش سے تنگ آ گیا۔ اسی اثنا میں مجھے تمہارا قول یاد آ گیا۔ میں نے کہا۔ انا مستجیر بک یا رسول اللہ۔ اسی حال میں ناگاہ ایک شخص کی آواز میرے کان میں پڑی کہ تو اپنی مشک بھر لے۔ میں نے مشک میں پانی گرنے کی آواز سنی یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں سے آ گیا۔ (حوالہ۔ حجة الله على العالمين۔ امام نبہانی ۷۸۶)۔

ابو الحسن علی بن مصطفیٰ عسقلانی ذکر کرتے ہیں کہ ہم بحر عیذاب میں کشتی میں جدہ کو روانہ ہوئے۔ سمندر میں طغیانی آ گئی۔ ہم نے اپنا اسباب سمندر میں پھینک دیا۔ جب ہم ڈوبنے لگے تو نبی ﷺ سے استغاثہ کرنے لگے اور یوں پکارنے لگے۔ (یا محمد! یا محمد! یا محمد!) ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نیک دل شخص تھا۔ وہ بولا حاجو! گھبراومت تم بچ جاؤ گے۔ کیونکہ ابھی نبی کریم ﷺ کی زیارت سے میں مشرف ہوا ہوں۔ میں نے حضور سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی امت آپ سے استغاثہ کر رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مدد کرو۔ مغربی کا قول ہے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ سمندر میں گھس گئے۔ انہوں نے کشتی کے پتوار پر اپنا ہاتھ ڈالا اور کھینچتے رہے یہاں تک کہ خشکی سے جا لگے۔ چنانچہ ہم صحیح سالم رہے اور اسکے بعد بجز خیر ہم نے کچھ نہ دیکھا۔ اور صحیح و سالم خشکی پر پہنچ گئے۔ حوالہ: حجة الله على العالمين۔ ص ۷۸۷ ویرت رسول عربی ص ۸۵۰۔

علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ شواہد الحجت میں کتاب الارشادات الی معرفۃ الزیارات سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے مصنف شیخ ابو الحسن علی بن ابی بکر الساج الہروی (متوفی ۲۱۱ھ) کہتے ہیں کہ جزیرہ میں ایک شہر (توہ) ہے وہاں مشہد نبی ﷺ اور مشہد علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ میں نے جزیرہ والوں سے ان مشاہد کی نسبت دریافت کیا کہ کیا یہ نبی ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ کے نام پر بنائے گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ قصہ تفصیل طلب ہے۔ پھر ایک خوبصورت شیخ کو بلا کر بتلایا کہ یہ شخص جذام کے مرض میں مبتلا ہو گیا تھا۔ لوگوں نے اسکی بیماری کے ڈر کی وجہ سے اسے جزیرہ کے ایک طرف نکال دیا تھا۔ ایک رات اس نے ایسا غل مچایا کہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور اسے تندرست کھڑا دیکھا۔ جب اس کا حال دریافت کیا گیا تو اس نے بیان کیا کہ اس جگہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں فرماتے دیکھا۔ (یہاں مسجد بنواؤ) میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں بیمار ہوں لوگ میری بات کا یقین نہ کریں گے۔ حضور ﷺ نے ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے علی! اسکا ہاتھ

پکڑو۔ حضرت علیؑ نے اپنا دست مبارک میری طرف بڑھایا۔ میں تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ (مخوالہ سیرت رسول عربی ص ۸۵۱)۔

امام ابن نعمان مصنف مصباح الظلام فرماتے ہیں کہ میں نے اس مسجد کو دیکھا ہے۔ ہمارے استاد حافظ دیا مٹی اور دیگر شیوخ اس قصہ کا ذکر کرتے تھے۔ اور اسکو صحیح بتاتے تھے۔ یہ قصہ وہاں مشہور ہے۔ اور اس مسجد کو مسجد النبی کہتے ہیں۔

علامہ نہبانی اپنی کتاب سعادة الدارين میں خود اپنے استغاثہ کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ کسی ناخدا ترس دشمن نے میرے اوپر ایسا افترا باندھا کہ سلطان عبدالحمید خاں نے حکم دیا کہ مجھے معزول کر کے دور علاقہ میں بھیج دیا جائے۔ یہ سن کر مجھے بے قراری ہوئی۔ جمعرات کا دن تھا جمعہ کی رات میں نے ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھا اور تین سو پچاس بار یہ درود شریف پڑھا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد۔ قد ضاقت حیلتي ادر کئی یا رسول اللہ۔ مجھے نیند آگئی۔ آخر رات پھر جاگا اور ہزار دفعہ درود شریف پڑھ کر نبی کریم ﷺ سے فریاد (استغاثہ) کیا۔ جمعہ کی شام ہی کو سلطان کی طرف سے تارا گیا کہ مجھے بحال رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سلطان کو نصرت دے اور مفتری کو رسوا کرے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

امام احمد المقرئ التلمسانی نے فتح المتعال فی مدح النعال میں نعلین رسول اللہ ﷺ (یعنی آپ ﷺ کے جوتے مبارک) کی شان اور تبرک پر یہ کتاب تحریر فرمائی ہے اس کے صفحہ ۲۷۳ پر مدح کے باب میں امام صاحب نے یوں تحریر فرمایا ہے:-

لک اللہ من تمثال نعل کریمۃ۔ بخیر الورئ فافت سنا وسنا

ترجمہ: تیرے لیے اللہ کے ہاں وسیلہ خیر الوریٰ کی نعل مقدس ہے، جو ہر بلندی سے بلند ہے۔ پھر شیخ فتح اللہ البیلونیؒ جو کہ ایک مشہور عارف باللہ تھے ان کا شعر لکھا ہے کہ:-

فی مثل نعل صاحب الاسراء۔ بالیسن شفاء لکل من داء

فالشمہ مصلیا علیہ ماتہ۔ وامسحہ علی المحل باستسقاء

ترجمہ:- صاحب معراج ﷺ کی نعل مقدس ہر بیماری کی شفا ہے۔ اسے سو سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر چوما کر اور شفاء کے لیے اسے تکلیف دہی جگہ پر لگا۔

اسی کے نیچے یہ بھی درج ہے کہ بعض اکابرین کے یہ اشعار ہیں:-

يَا نَاطِرَ التَّمْثَالِ نَعْلُ نَبِيَّهِ - قَبْلَ مِثَالِ نَعْلِهِ مُتَذَلًّا

وَإِذْ كَرَبَهُ قَدَمَا عَلَتْ فِي لَيْلَةٍ الْإِلَهِ - سَرَابَهُ فُوفَ السَّهْوَاتِ الْعُلَى

وَإِخْضَعْ لَهُ وَاسِعَ جَبِينِكَ وَلِتَكُنْ - تَبَرُّكَ كَمَا أَبْدَا بِهِ مَتَوَسِّلًا

ترجمہ: اے نبی کے نقشِ نعلین کی زیارت کرنے والے۔ عاجزی کے ساتھ انہیں بوسہ دے اور اس بات کو ذہن نشین کر لے کہ یہ نعلین حضور ﷺ کے ساتھ آسمانوں کے اوپر بلند ہوئے۔ ان پر پیشانی رکھ دے۔ تبرک حاصل کرتے ہوئے انہیں اپنا وسیلہ بنا۔

آگے تحریر کیا ہے کہ

فَادِرْكَهْ فِي الدَّارَيْنِ بِالْغُوثِ عَاجِلًا ---- وَفَرِّجْ لَهُ كَرْبًا وَفَرِّحْ لَهُ قَلْبًا

ترجمہ: اے آقا دونوں جہانوں میں اس غلام کی مدد فرما۔ اور اسکی تکلیف کامد او کر کے دلی سکون عطا کرنا۔

یہاں مزید بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن عقلمند را اشارہ کافی است۔ جب آپ ﷺ کی جوتی مبارکہ کی یعنی نعلین الشریفین کی یہ شان ہے اور اس کے تبرک کو حاصل کرنا۔ اس کو اپنا وسیلہ بنانا سلف اور غلت سے ثابت ہو چکا تو پھر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ علمائے کرام نے نعلین شریفین کے نقش کو بھی موجب برکت قرار دیا ہے اور اسکے توسل سے اپنی حاجات میں اللہ کے حضور نبی ﷺ کی مدد کے ذریعے حاجت روائی مانگی ہے۔

الشفأ بتعريف حقوق المصطفى ﷺ في حديث شريف درج ہے کہ: وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: (أَنَا أُولَى كُلِّ مُؤْمِنٍ)۔ یعنی آقائے دو جہاں فرماتے ہیں: میں تمام مومنوں کا مددگار ہوں۔۔۔ یہ حدیث بخاری و مسلم و احمد میں بھی درج ہے۔ مسند احمد ۳، ۴۱، ۳ جو کہ جابر سے ان الفاظ میں ذکر ہوئی ہے، اور بخاری ح ۲۲۹۸ و مسلم ح ۱۶۱۹ میں ابو ہریرہ سے (أَنَا أُولَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ) کے الفاظ سے بیان ہوئی۔

محوالہ:۔ شفأ شریف از قاضی عیاض صفحہ ۳۰۰ رقم الحدیث ۶۲۳۔ وحدة البحوث والدراسات۔ جائزة دبي

الدولية للقرآن الكريم۔ سلسلة دراسات السيرة النبوية۔ حکومت دہلی،

اگرچہ مزید بھی کئی حوالے اور احادیث پیش کی جاسکتی ہیں مگر طوالت کے خیال سے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کریم ﷺ اور ان کے مقدس اصحاب و اہلبیت و صالحین امت کے طفیل ہم سب کو دین سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالا ایمان فرمائے۔ آمین۔ بحاجہ النبی ﷺ یا رب العالمین۔

Only Scan Resources of AhluSunnah In World
makashfa.wordpress.com
ahlusunnatwajamat.boards.net
Another Research Work from
Makashfa Admin Series



Makashfa.wordpress.com



Ahlu-Sunnah Research Center